ABC سے تصدیق شدہ اشاعت
ماہنامہ
نور الحبیب
بصیر پور
جلد نمبر 37
رمضان کریم ۱۴۴۶ھ
مارچ 2025ء
شمارہ نمبر 3
قال تعالیٰ
وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
البقرة
مدیرِ اعلیٰ:
صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

بخدمت جمیع برادران اسلام---السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا اپنا ادارہ، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فضل وکرم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف وعنایت اور حضرت سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کی باطنی توجہات سے علوم دینیہ کے فروغ کے لیے مصروفِ عمل ہے---اس وقت بحمداللہ تعالیٰ یہاں سیکڑوں زیرِتعلیم طلبہ وطالبات، قدیم وجدید علوم سے مستفیض ہورہے ہیں، جن کی خوراک، رہائش، علاج، تعلیم اساتذہ وعملہ کے مشاہرات اور دیگر ضروری لوازمات پر نہایت کفایت شعاری کے باوجود (تعمیراتی اخراجات کے علاوہ) لاکھوں روپے ماہانہ خرچ ہورہے ہیں---

صرف سٹاف کی تنخواہوں کے لیے چار لاکھ پچھتر ہزار روپے ماہانہ درکار ہوتے ہیں، جب کہ بجلی، گیس اور ایندھن پر تقریباً آٹھ لاکھ روپے ماہانہ صرف ہوتے ہیں---ادارہ کے بجٹ کا بڑا حصہ طلبہ کی خوراک پر صرف ہوتا ہے، چناں چہ سبزی، گوشت، دال، گھی اور مصالحہ جات پر چھ لاکھ ساٹھ ہزار (6,60,000) روپے ماہانہ خرچ ہورہے ہیں۔ جب کہ طلبہ کی خوراک کے لیے تیرہ سومن گندم (مالیتی 33,800,00) اور ناشتہ کے لیے دوسو پچاس من چاول (مالیتی 20,00,000) درکار ہوتے ہیں---متفرق اخراجات سمیت چونتیس لاکھ (34,00,000) روپے ماہانہ اور چار کروڑ (4,00,00,000) روپے سالانہ مصارف ہیں ---

یہ بات بھی آپ کے علم میں ہوگی کہ طلبہ کی تعلیمی اور رہائشی ضروریات کے لیے تین منزلہ جدید عمارت کا سٹرکچر تیار ہوگیا ہے (فنشنگ ابھی باقی ہے)---اب شرقی جانب (دربار حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے) تعمیرِ نو (فیز 2) کا آغاز ہوچکا ہے---گراؤنڈ فلور کے لیے مبلغ دوکروڑ ستر لاکھ (2,70,00,000) روپے مزید درکار ہیں---اندریں حالات دارالعلوم کو آپ ایسے مخلص، جاں نثار اور اہلِ درد کی توجہ اور دینی جذبہ رکھنے والے مخیّر حضرات کے مالی تعاون کی بے حد ضرورت ہے---

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے قدیمی تعلق وعقیدت اور علوم اسلامیہ سے محبت کے پیشِ نظر آپ کی اخلاقی ودینی ذمہ داری ہے کہ روحانی موسم بہار---رمضان کریم---کے بابرکت مہینوں میں خصوصی دل چسپی سے اپنے مدرسہ کی بھرپور معاونت فرما کر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانانِ گرامی طلبائے کرام کی کفالت میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کریں۔ آپ کے عطیات (عشر، زکوٰۃ، نقدی، گندم، چاول، مکئی ودیگر غلہ جات اور صدقہ وخیرات) یقیناً آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے---ان شاء المولیٰ تعالیٰ

والسلام

(صاحب زادہ) محمد محب اللہ نوری

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف ضلع اوکاڑا

موبائل نمبر 0300-4321088 فون نمبر 044-4771014

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین
ھو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ
لکل ھول من الاھوال مقتحم
ماہنامہ
نور الحبیب
بصیر پور
زیر ظل عاطفت: فقیہ اعظم حضرت مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ
بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ و ماہنامہ نور الحبیب
Regd No. PS/CPL-25
ISSN 1993-4238
جلد: 37
شمارہ: 3
رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ - مارچ 2025ء
مجلس ادارت
مدیر اعلیٰ
صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری
پروفیسر خلیل احمد نوری
صاحبزادہ محمد نعیم اللہ نوری
صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری
پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری
پروفیسر محمد امین صابر القادری
صحافی محمد اصغر مجددی
قانونی مشاورت
میاں فیض علی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ
صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
نوٹ: جو مستقل قارئین ماہنامہ "نور الحبیب" بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ سالانہ چندہ کے ساتھ مبلغ=/120 روپے مزید بھیجیں، انھیں ہر ماہ رسالہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک پوسٹ کر دیا جائے گا---ان شاء المولیٰ تعالیٰ
مینجر:
مولانا غلام عباس نوری
ایزی پیسہ اکاؤنٹ:
0346-1276516
تزئین:
مولانا محمد یوسف نوری
سرورق:
کمپوزنگ:
نوری کمپوزنگ سنٹر بصیر پور شریف
E-Mail:
noorulhabibmonthly@gmail.com
ناشر: انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور شریف دار العلوم حنفیہ فریدیہ
خصوصی چندہ سالانہ: =/5000 روپے
عمومی چندہ سالانہ: =/1000 روپے
فی کاپی: =/90 روپے
ملنے کا پتہ
ماہ نامہ نور الحبیب
بصیر پور ضلع اوکاڑا، پوسٹ کوڈ 56011
www.facebook.com/Mahnama Noorulhabib
www.facebook.com/Darul Uloom Hanfia Faridia Basirpur
www.facebook.com/Sahibzada Muhammad Mohibullah Noori[Official]
ناشر محمد محب اللہ نوری نے گنج شکر پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر دفتر نور الحبیب بصیر پور سے شائع کیا

اس شمارے میں

منظومات

حمد باری تعالیٰ

صبحِ دم جب کسی طائر کی صدا آتی ہے
لب پہ بے ساختہ بس حمدِ خدا آتی ہے
پھرنے لگتے ہیں مری آنکھ میں میزاب و حطیم
یاد جب صحنِ مقدس کی فضا آتی ہے
کوئی فن اور ہنر پاس نہیں ہے میرے
تیرے محبوب ﷺ کی بس حمد و ثنا آتی ہے
مشکلیں جب کہیں آتی ہیں سرِ راہِ حیات
دستگیری کو وہیں تیری عطا آتی ہے
امتِ خیرِ مجسم کو بھی ہو خیر نصیب!
ہر گھڑی لب پہ یہی ایک دعا آتی ہے
ساتھ لے آتی ہے محرابِ حرم کی خوش بو
''جب مدینے سے کوئی موجِ صبا آتی ہے''
خواہشِ نفس کا شہزاد چھٹے دل سے غبار
تب کہیں جا کے سمجھ شانِ خدا آتی ہے

ڈاکٹر علامہ محمد شہزاد مجددی

❁❁❁❁❁

نعت شریف

یاد جب خلوتِ خورشیدِ حرا آتی ہے
گوشۂ قلب سے اقراء کی صدا آتی ہے

مسجدِ نعت میں جب سجدہ کناں ہونا ہو
کام اس وقت مرے فکرِ رسا آتی ہے

روح کا رزق اترتا ہے فلک سے جب بھی
میرے حصے میں شہِ دیں ﷺ کی ثنا آتی ہے

یاس کو پاس پھٹکنے نہیں دینا ہرگز
دل کی بستی مرے آقا ﷺ کو بسا آتی ہے

روح کے دشت کو گلزار بنانے کے لیے
صبح دم جنتِ طیبہ سے ہوا آتی ہے

نسبتِ سرورِ کونین ﷺ پہ ہے فخر مگر
اپنے اعمال کو دیکھوں تو حیا آتی ہے

گلشنِ جاں میں مہکتے ہیں درودوں کے گلاب
''جب مدینے سے کوئی موجِ صبا آتی ہے''

کعبۃ اللہ کے شہزاد ہر اک گوشے سے
''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکْ'' کی صدا آتی ہے

ڈاکٹر علامہ محمد شہزاد مجددی

❀❀❀❀❀

اعجاز القرآن

ڈاکٹر حافظ معاذ احمد نوری

''اِعْجَاز'' باب افعال کی مصدر ہے، بمعنی عاجز کر دینا۔ اسی لفظ سے ''مُعْجِزَہ'' اسم فاعل ہے، بمعنی عاجز کر دینے والا۔ اصطلاح میں ''معجزہ'' سے مراد کسی نبی اور رسول سے ایسی نادرالوجود، تعجب خیز چیز کا صادر وظاہر ہونا، جو عادتاً وعقلاً محال ہو۔ یہی چیز اگر منجانب اللہ ہو تو قدرت کہتے ہیں۔ اگر انبیاء کرام علیہم السلام سے اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہو تو ''ارھاص''، اگر عام مومنین سے ظاہر ہو تو ''مَعُونَت''، اگر مومن متقی سے ظاہر ہو تو ''کرامت''، اگر کسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق ظاہر ہو تو اسے ''استدراج'' کہا جاتا ہے۔

اعجاز القرآن

ہر قوم میں جس فن کا عروج تھا، اسی کے مطابق اللہ پاک نے معجزہ عطا فرما کر انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ اقوام عرب میں فصاحت و بلاغت کا عروج تھا، لہٰذا اللہ پاک نے معجزانہ کتاب قرآن مجید نازل فرما کر اس کے مقابلہ کا کلام لانے سے اہلِ عرب کو عاجز و درماندہ کر دیا۔ ہر نبی کا معجزہ اس کی ظاہری حیات تک قوم کے سامنے رہا، مگر قرآنِ مقدس آج تک اپنے

اس معجزانہ چیلنج کے ساتھ زندہ وتابندہ ہے:

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ o---

[البقرة،۲:۲۳،۲۴]

’’اور اگر تم شک میں ہو اس (کتاب) کے بارے میں، جو ہم نے اپنے بندۂ خاص پر نازل فرمائی ہے، تو لے آؤ اس جیسی کوئی ایک سورت بنا کر اور بلا لو اپنے حمایتیوں کو اللہ کے سوا، اگر تم سچے ہو (اپنے دعویٰ میں)، پھر اگر تم نے یہ نہ کیا، اور ہر گز نہیں کر سکو گے، پس بچو اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے‘‘---

دائمی نبوت، دائمی معجزہ

اللہ پاک نے نبی پاک ﷺ کو دائمی نبوت عطا فرمائی، اس لیے قرآنِ مقدس کا دائمی معجزہ عطا فرمایا۔ اللہ پاک کا کلام آج بھی اغیار کو دعوتِ مبارزت دے رہا ہے۔ اقوام و ملل آج بھی اس کے مقابل کلام لانے سے عاجز و قاصر ہیں، لہٰذا یہ معجزاتی کلام آج بھی معجزۂ نبوت کے طور پر قائم و دائم ہے، کیونکہ نبیٔ رحمت ﷺ کی نبوت و رسالت جو قائم ہے۔

اعجاز القرآن کے معجزاتی اسالیب

❶...... فصاحت و بلاغت

وجوہِ اعجاز میں سے سب سے اعلیٰ اور مقدم قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت ہے، جو عرب کی خوارقِ عادات میں سے ہے۔ فصاحت و بلاغت میں اہلِ عرب کو جو مقام ملا، وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ اس ضمن میں ان کی مہارت کا عالم یہ تھا کہ اہم امور میں گفتگو کرتے ہوئے فی البدیہہ عجائبات ظاہر کرتے تھے۔ محافل و مجالس میں خطبوں کے دوران، گھمسان کے معرکوں میں طعن و ضرب کے درمیان اپنی سحر بیانی سے کام لیتے۔ اس فن سے وہ بزدل کو

بہادر، بخیل کو سخی، ناقص کو کامل، گمنام کو نامور اور مشکل کو آسان بنا دیتے تھے۔ جسے چاہتے مدح سے شریف اور ہجو سے ذلیل بنا دیتے۔ اگر چاہتے تو دلوں سے کینہ دور کر کے بیگانوں کو اپنا بنا لیتے۔ اس سب کچھ کے باوجود جب رحمتِ عالم ﷺ نے کھلے الفاظ میں فرمایا:

''اگر تمام جن و انس مل کر اس کا مقابلہ کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں گے''۔۔۔

جب عرب کے کمال درجہ کے فصحاء و بلغاء چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مقابلہ سے عاجز آ گئے تو بعد کے زمانہ کے عرب و عجم کا عجز خود بخود ثابت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی یہ ایسی دلیل ہے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج تک کوئی شخص چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مقابلہ پر قادر نہیں ہوا، نہ آئندہ ہو گا۔

اگر ہم کسی آدمی کے فصیح و بلیغ کلام کا مطالعہ کریں تو مضامین و احوال کے اختلاف کی وجہ سے اس کی فصاحت میں خلل نظر آئے گا۔ مثلاً عرب کے خطباء اور شعراء کو دیکھیں، امرء القیس گھوڑے اور عورت کے وصفِ بیان میں اچھا، مگر دیگر فنون میں کمزور۔ اعشٰی شراب کے وصف میں ماہر مگر دیگر میں ناقص۔ ذوالرمہ تشبیب و تشبیہ میں موزوں، جب کہ مدح و ہجو میں غیر موزوں۔ فرزدق غزل میں اچھا ہے، مگر تشبیب میں اچھا نہیں۔ علٰی ھٰذا القیاس اختلافِ احوال سے بھی آدمی کا کلام متفاوت ہو جاتا ہے۔ مثلاً خوشی کے حالات میں کلام، پریشانی کے اوقات میں وضاحت کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔

اس تمام کے برعکس قرآن مجید پر غور کیجیے، اس میں وجوہِ خطاب مختلف ہیں۔ کہیں قصص و مواعظ، کہیں حرام و حلال، کہیں وعدہ و وعید، کہیں تبشیر و تخویف اور کہیں اخلاقِ حسنہ کی تعلیم، مگر ہر فن میں فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجے پر ہے۔ اسی لیے اللہ پاک نے فرمایا:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۝۔۔۔[نساء،۴:۸۲]

''کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، اگر یہ اللہ پاک کے علاوہ کسی اور کا (کلام) ہوتا، تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے''۔۔۔

قرآنی فصاحت پر شہادتیں

سبع معلقات جو تمام عرب جاہلیت کا سرمایۂ افتخار تھے اور خانہ کعبہ کے دروازے پر

آویزاں تھے، قرآن مجید کے نزول پر اتار لیے گئے۔ سبع طوال (سورۃ البقرۃ سے سورۃ التوبۃ تک) کی جھلک سے اپنی آب و تاب کھو بیٹھے۔

حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ جو سبع معلقات کے شعراء میں سے تھے، اسلام لانے کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے، اسلام لانے کے بعد ایک شعر کے سوا کچھ نہ کہا۔ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں انہیں کچھ سنانے کو کہا، انہوں نے سورۃ البقرۃ سنائی اور کہا، اب میں شعر نہیں کہتا، کیونکہ اللہ پاک نے مجھے یہ سورت سکھا دی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن مسجد نبوی میں لیٹے ہوئے تھے، آپ نے اپنے سر کی طرف ایک آدمی کو کلمۂ شہادت پڑھتے سنا۔ آپ نے وجہ پوچھی تو اس نے عرض کیا کہ میں روم کے علماء میں سے ہوں، عربی جانتا ہوں، ایک مسلمان قیدی سے سنا کہ وہ پڑھ رہا تھا:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یَخْشَ اللّٰہَ وَ یَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَo---[النور، ۵۲:۲۴]

”جس نے اللہ پاک اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور اللہ پاک سے ڈر گیا اور تقویٰ اختیار کیا، وہی کامیاب ہیں“---

اس آیت پر جب میں نے غور کیا تو اس میں دنیا و آخرت کے تمام وہ احوال جمع پائے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کیے گئے تھے، تو میں مسلمان ہو گیا۔

❷...... روحانی برکات

باوجودیکہ اہلِ عرب کی فصاحت و بلاغت کمال درجہ کی تھی، مگر ان کی روحانی حالت انتہائی پس ماندہ تھی؛ بتوں کی پوجا کرتے، آگ کی پرستش کرتے، چاند، سورج اور ستاروں کو خدا مانتے، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں گردانتے، لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے، دن رات زنا کاری، شراب نوشی، قمار بازی اور قتل و غارت میں مشغول رہتے، یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جانتے، جب کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے۔ نیز عقیدۂ تثلیث کے ساتھ ساتھ عقیدۂ کفارکی آڑ میں اعمالِ حسنہ کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے۔ چنانچہ قرآن اور صاحبِ قرآن نے ان کی حالت بدل کے رکھ دی۔ اس تبدیلی کو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں (جو انہوں نے نجاشی کے دربار میں ادا کیے) یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

”اے بادشاہ! ہم جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاری کرتے تھے............اس حالت میں اللہ پاک نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا، جن کے حسب ونسب اور صدق و امانت سے ہم واقف تھے۔ اس نے ہمیں ایک خدا کی عبادت، سچ بولنے، امانت ادا کرنے، اپنوں اور ہمسائیوں سے اچھا سلوک کرنے، صدقہ دینے، محارم وخون ریزی سے باز رہنے، یتیموں کا مال نہ کھانے، عفیف عورتوں پر تہمت نہ لگانے، بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا، ہم نے تسلیم کیا۔ اس جرم پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی............“---

یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ جس نے اہلِ عرب کو روحانی پس ماندگی سے نکال کر اخلاقِ عالیہ کی بلندیوں پر فائز کر دیا۔

❸...... غیب کی خبریں

قرآن مجید میں انبیائے سابقین اور گزشتہ اقوام کے قصص مذکور ہیں۔ مثلاً آدم وحوا علیہما السلام کا قصہ، نوح علیہ السلام اور طوفان کا قصہ، حضرت ابراہیم اور سارہ علیہما السلام کا قصہ، حضرت اسحاق اور لوط علیہما السلام کے حالات، حضرت مریم علیہا السلام اور ولادتِ مسیح۔ بعض ایسے قصے جو اہلِ کتاب کو بھی معلوم نہ تھے، یہودیوں کے سوال کے جواب میں بیان فرمائے گئے۔ مثلاً اصحابِ کہف، ذوالقرنین اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصے۔

اسی طرح خود یہود پر جو چیزیں حرام تھیں، جن کے بارے وہ کہتے تھے کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پر بھی حرام تھیں، قرآن مجید نے ان کے اس زعم باطل کی تردید کی۔ فرمایا:

”ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والا (جانور) حرام کیا اور گائے، بکری کی چربی، مگر وہ جو پشت یا آنت پر لگی ہو اور جو ہڈی کے ساتھ لگی ہو۔ یہ ہم نے ان کو سزا دی ان کی بغاوت کی، بے شک ہم سچے ہیں“---[الانعام، ۶:۱۴۶]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ کتاب کو وہ باتیں بتادیں جنہیں وہ چھپاتے تھے، حالانکہ وہ ان کی کتابوں میں موجود تھیں، مثلاً آخرالزمان نبی کے بارے پیشین گویاں، آپ کے اوصاف، حکم رجم وغیرہ۔ کتنی ہی آیات ہیں جن میں منافقین کی خفیہ باتیں جو وہ اسلام اور بانیٔ اسلام کے بارے کرتے تھے، بیان کی گئیں۔

4...... پیشین گوئیاں

①......اللہ پاک کا فرمان ہے:

وَ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ص وَ ادْعُوْا شُھَدَآءَ کُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ وَ قُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ ج اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ o---

[البقرۃ،۲:۲۳،۲۴]

”اور اگر تم شک میں ہو اس (کتاب) کے بارے میں، جو ہم نے اپنے بندۂ خاص پر نازل فرمائی ہے، تو لے آؤ اس جیسی کوئی ایک سورت بنا کر اور بلا لو اپنے حمایتیوں کو اللہ کے سوا، اگر تم سچے ہو (اپنے دعویٰ میں)، پھر اگر تم نے یہ نہ کیا، اور ہر گز نہیں کر سکو گے، پس بچو اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے“---

ان آیات میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ قرآن مقدس کی ایک سورت کی مثل کلام بنانے پر کوئی بھی قادر نہ ہو گا۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس سے آج تک صدیاں گزر گئیں، کوئی مخالف بھی اس کے مقابلہ کا کلام پیش نہ کر سکا۔

②......اللہ پاک کا فرمان ہے:

قُلْ اِنْ کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ عِنْدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o---[البقرۃ،۲:۹۴]

”(اے حبیب!) آپ فرما دیجیے (یہودیوں کو) اگر آخرت کا گھر (جنت) دیگر لوگوں کے علاوہ خالص تمہارے لیے ہے تو تمنا کرو موت کی اگر تم سچے ہو“---

اس آیت میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ یہود دنیا کے اس قدر حریص ہیں کہ موت کی کبھی تمنا نہیں کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہے کہ کسی بھی یہودی نے قدرت کے باوجود کبھی موت کی تمنا نہیں کی۔

③......فرمانِ خداوندی ہے:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ ط وَ بِئْسَ

الْمِهَادُ٥---[آل عمرٰن،۳:۱۲]

’’(اے حبیب!) آپ فرما دیجیے کافروں کو کہ تم عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کیے جاؤ گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے‘‘---

نبی پاک ﷺ نے جنگِ بدر سے واپسی پر مدینہ شریف میں یہودیوں کو بنی قینقاع کے بازار میں جمع فرمایا اور انہیں کہا کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمہارا حال بھی مشرکین جیسا ہوگا۔ انہوں نے جواب دیا، تمہارا مقابلہ اس قوم سے ہوا ہے جو فنِ جنگ سے نا آشنا تھے، جب ہم سے پالا پڑے گا تو معلوم ہوگا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اس طرح یہ پیشین گوئی بنی قریظہ کے قتل، بنو نضیر کی جلا وطنی، فتح خیبر اور باقی یہودیوں پر جزیہ (ٹیکس) لگانے سے پوری ہوئی۔

دین کی اکملیت، حفاظتِ نبی ﷺ اور رومیوں کے مغلوب ہونے کے بعد غالب آنے جیسی متعدد پیشین گویاں کی گئیں، جو وقوع پذیر ہوئیں۔

⑤...... علوم قرآن

ارشادِ خداوندی ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ---[الانعام،۶:۳۸]

’’ہم نے اس کتاب (قرآن) میں کچھ باقی نہیں چھوڑا‘‘---

یعنی سب چیزوں کو بیان کر دیا۔

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ---[النحل،۱۶:۸۹]

’’ہم نے آپ پر کتاب (قرآن مجید) نازل کیا، جو ہر چیز کا بیان ہے‘‘---

وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ٥---[الانعام،۶:۵۹]

’’جو بھی خشک و تر چیز ہے، اس کا علم واضح کتاب (قرآن) میں ہے‘‘---

فرمان علی رضی اللہ عنہ

اگر میں سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھنا چاہتا تو ستر اونٹوں کا وزن بن جاتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر میں سورۂ والضحیٰ کی تفسیر سے ایک اونٹ کو بوجھل کرنا چاہتا تو کر دیتا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول

قرآن مجید میں تمام علوم ہیں، لیکن لوگوں کی سمجھ کی ان تک رسائی نہیں۔ دوسری روایت میں

اس طرح ہے:

''اگر میری اونٹ کی نکیل گم ہو جائے تو میں اللہ کی کتاب میں اسے پا لوں''---

[الاتقان، ج ۲، ص ۱۲۶]

حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اللہ پاک نے مجھے سورۂ فاتحہ کے معانی پر مطلع فرمایا تو میرے لیے ایک لاکھ چالیس ہزار نوسونو علوم ظاہر ہو گئے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب بعنوان ''الجوھر المصون فی علوم کتاب اللہ المکنون''، لکھی، جس میں تقریباً تین ہزار علوم قرآن کا تذکرہ کیا۔

تفاسیر

ابو عبد اللہ علاء الدین محمد بن عبد الرحمٰن المعروف علاء زاہد (م ۵۴۶ ھ) کی تفسیر ایک ہزار سے زائد جلدوں میں ہے۔[جہلمی، فقیر محمد، حدائق الحنفیۃ، ص ۲۲۳]

تفسیر امام ابو الحسن اشعری، چھ سو جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ تفسیر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے تک مصر کے خزانہ میں موجود تھی۔[الفیوضات، ص ۴۳]

⑥...... تاثیر قرآن

قرآنِ مقدس چونکہ بنی نوع آدم کے تزکیہ و تطہیر کے لیے نازل کیا گیا ہے، اس لیے اس کی تلاوت کے وقت دلوں میں خشیت و ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ پاک نے اس مضمون کو کتابِ مبین میں یوں بیان فرمایا ہے:

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ---

[الزمر، ۳۹: ۲۳]

''اللہ پاک نے بہترین کتاب نازل فرمائی، جس کی آیات (خوبی میں) ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں اور (مضامین متعدد آیات میں) دہرائے گئے ہیں۔ (تلاوت کے وقت) بال کھڑے ہو جاتے ہیں ان لوگوں کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کے دل اور چمڑے نرم ہو کر اللہ پاک کے ذکر کی طرف

(مائل) ہو جاتے ہیں‘‘---

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر جب قرآن مجید کی سورۃ طٰـہٰ کی تلاوت کی، تو دل نرم پڑ گیا، اسلام قبول کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک گلی سے گزرتے ہوئے کسی پڑھنے والے سے یہ آیات سنتے ہیں:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ o مَّا لَہٗ مِنْ دَافِعٍo---[الطّور،۵۲:۷،۸]

’’بے شک تیرے رب کا عذاب وقوع پذیر ہونے والا ہے، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں‘‘---

یہ سن کر آپ بے ہوش ہو گئے اور کئی دن تک بیمار رہے۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی ایک شریف اور دانا شاعر تھے، مکہ میں آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، قریب آ کر قرآن مجید سنا، پھر ایمان لے آئے۔ ان کی وجہ سے ان کا قبیلہ بھی مسلمان ہو گیا۔

ایک عیسائی پادری راڈویل لکھتے ہیں:

’’عرب کے سیدھے سادے، بھیڑ بکریاں چرانے والے، خانہ بدوش بدو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ وہ لوگ حکومتوں کے بانی، شہروں کے بنانے والے اور کتب خانے جمع کرنے والے بن گئے۔ قرآن کی قدر ہمیشہ ان تبدیلیوں کے اندازہ سے ہونی چاہیے جو اس نے اپنے ماننے والوں کی عادات اور اعتقادات میں داخل کیں‘‘---

❼...... اسلوب بدیع

نظم قرآن کا اسلوبِ بدیع معجزانہ اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ و حروف وہی ہیں، جن سے عرب کلام کرتے تھے۔ کلام کی چار اقسام ہیں: ① قصائد ② خطبے ③ خطوط ④ محاورات۔ مگر کلام اللہ کا اسلوب ان سب سے جداگانہ ہے، کسی سے نہیں ملتا۔ لیکن کلام کے ان چاروں اقسام کی خوبیاں اس میں موجود ہیں۔ اُمّی ہونے کے باوجود

نبی پاک ﷺ کی زبان مبارک پر اس عجیب اور نرالے اسلوبِ کلام کا جاری ہونا ایک عظیم معجزہ ہے۔

ایام حج میں ایک دن، ولید بن مغیرہ قریش کو جمع کر کے کہنے لگا، کہ اہلِ عرب جب تم سے ان (محمد ﷺ) کے بارے پوچھیں گے تو تم کیا جواب دو گے؟ لوگوں نے مختلف رائے پیش کیں کہ ہم کاہن، دیوانہ، شاعر کہیں گے۔ اس نے کہا، اللہ کی قسم! اس کے کلام میں بڑی حلاوت ہے، تم جو بات بھی کہو گے، لوگ سمجھ جائیں گے کہ تم جھوٹے ہو، لہٰذا یہ کہو کہ وہ جادوگر ہے۔

ایک دن عتبہ بن ربیعہ نے قریش کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ ﷺ پر چند باتیں پیش کیں۔ جس کے جواب میں آپ ﷺ نے سورۃ حٰمٓ سجدہ کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ تو اس نے واپس آ کر کہا:

''اللہ کی قسم! میں نے ایسا کلام سنا ہے، جو نہ شعر ہے، نہ جادو ہے، نہ کہانت'' ---

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بھائی انیس رضی اللہ عنہ جو خود بہت عمدہ شاعر تھے، جب آپ ﷺ کا کلام (قرآن) سنتے ہیں، تو کہتے ہیں، اللہ کی قسم! آپ ﷺ کا کلام نہ کاہنوں جیسا ہے، نہ شعر کی اقسام میں سے کوئی قسم۔ اللہ کی قسم! وہ سچے نبی ہیں اور کافر بے شک جھوٹے۔

نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے افصح وابلغ افراد نے قرآن مجید کے اسلوبِ بدیع کی گواہی دی۔ اس کتابِ مقدس کے اسلوب کے بارے مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الفوز الکبیر'' میں اس طرح رقم طراز ہیں:

''قرآن مجید کو مکتوبات (خطوط) کا ایک مجموعہ سمجھیں، جس طرح ایک بادشاہ اپنی رعایا کے حال کے مطابق ایک فرمان لکھے، کچھ مدت کے بعد دوسرا فرمان جاری کرے۔ اس طرح لکھا جائے یہاں تک بہت سے فرامین جمع ہو جائیں، پھر کوئی شخص ان کو جمع کر کے ایک مجموعہ ترتیب دے دے۔ یوں ہی اس مالکِ مطلق نے اپنے بندوں کے موافقِ حال اپنے نبی محترم ﷺ پر یکے بعد دیگرے سورتیں نازل فرمائیں، جو آپ کے زمانہ میں الگ الگ صحابہ کرام کے پاس موجود و محفوظ رہیں۔ پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انہیں ترتیب دے دیا گیا۔ اس مجموعہ کا نام ''مصحف''، یعنی قرآن مجید قرار پایا۔ چونکہ سورتوں کا اسلوب بادشاہوں کے فرامین سے پوری طرح مناسبت رکھتا ہے، اس لیے ابتداء اور

انتہاء میں مکتوبات کے اسلوب (طریقہ) کی رعایت کی گئی۔ مثلاً بعض خطوط کو حمد باری تعالیٰ سے شروع کرتے ہیں، اس لیے کچھ سورتوں کا آغاز اللہ پاک کی حمد سے ہوا۔ بعض خطوط کو مرسل اور مرسل الیہ کے نام سے شروع کیا جاتا ہے، لہٰذا بعض سورتوں کا آغاز اسی طرح ہوا۔ بعض خطوط اور رقعے بے عنوان ہوتے ہیں، لہٰذا بعض سورتیں بھی اس اسلوب پر ہیں۔ بعض مکتوبات طویل اور بعض مختصر ہوتے ہیں، لہٰذا بعض سورتیں طویل اور بعض مختصر ہیں''---

8...... عجائب و نوادر

قرآن مجید کا ہر ہر لفظ اور جملہ اپنے اندر عجائب و نوادرات کا ایک جہان لیے ہوئے ہے، ہر ہر آیت کے اندر اسرار و رموز اور معانی کا جہان آباد ہے۔ اختصار و جامعیت اس کلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ یہ کتاب اپنی فصاحت و بلاغت اور اعجاز کی وجہ سے دوسرے کسی کلام سے نہ گھل مل سکتی ہے اور نہ ہی علماء اس سے آسودہ ہوتے ہیں۔ بار بار پڑھنے اور سننے سے اس میں کہنگی نہیں آتی اور نہ ہی اس کے عجائب و معارف ختم ہو سکتے ہیں۔ [مشکوۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی]

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت، روحانی برکات، اخبارِ غیبیہ، پیشین گوئیاں، قرآنی علوم، اسلوبِ بدیع اور عجائب و نوادر اپنے اندر معجزاتی تاثیر رکھتے ہیں۔ اس کتابِ اعجاز کے ذریعے آج بھی دنیا میں اصلاحی انقلاب برپا ہو سکتا ہے، مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ اہلِ قرآن اپنے کردار و گفتار کو اس کے تابع کر لیں۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی اہلِ قرآن کو مہمیز لگاتے ہوئے متنبہ کرتے ہیں:

غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی — شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ
اے لا الٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں — گفتار دِلبرانہ، کردار قاہرانہ
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے — کھویا گیا ہے تیرا، جذبِ قلندرانہ

[بالِ جبریل]

منشورِ ربانی

زہے! یہ محفلِ روحانیاں ، یہ بزمِ قرآنی
خزف ریزوں سے کمتر ہیں جہاں لعلِ بدخشانی

اِدھر یہ حکم آیا ﴿رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلًا﴾
اُدھر کچھ اور پاکیزہ ہوا شوقِ حُدی خوانی

صدائے ﴿جَاھِدُوْا﴾ نے بجلیاں سینوں میں چمکا دیں
دلوں میں جاگ اٹھا جذبۂ ایثار و قربانی

''سَمِعْنَا'' اور ''اَطَعْنَا'' ہی کمالِ آدمیت ہے
یہی تکمیلِ دانش ہے ، یہی معراجِ انسانی

کتاب اللہ کے ''نورِ مبیں'' سے روشنی پا کر
شتر بانوں پہ روشن ہو گئے اسرارِ سلطانی

خدا کے پوجنے والے جو پہنچے بدر و خیبر میں
برائے خیر مقدم خود بڑھی تائیدِ یزدانی

عبادت نام ہے اس کا، شجاعت اس کو کہتے ہیں
ابھی ہاتھوں میں تلواریں، ابھی سجدے میں پیشانی

یہ ایجادات کی دھن ، بے یقینی کی فراوانی
مبارک؟ اہلِ مغرب کو نگاہ و دل کی ویرانی

خشیت کی جھلک جن میں، نہ ایماں کی چمک جن میں
تو ایسی کوششوں کا صرف حاصل ہے پشیمانی

یہ قزّاقی ، یہ سفّاکی ، یہ صیّادی ، یہ جلاّدی
اسی کا نام رکھ چھوڑا ہے آئینِ جہاں بانی

وہ شبنم، آہ! جس کے آگ کے شعلے نگہباں ہوں
وہ گلہ ہائے! جس کی بھیڑیے کرتے ہوں چوپانی

تباہی نسلِ انسانی کی اب دیکھی نہیں جاتی
ضرورت ہے کہ پھر سے عام ہوں افکارِ قرآنی

اسی تہذیب کی شیشہ گری کو ختم کرنا ہے
کہ جس تہذیب میں ''آرٹ'' ہے معراجِ عریانی

بجھا دو ہاں ! بجھا دو ہر چراغِ محفلِ عشرت
الٹ دو ، ہاں الٹ دو ہر بساطِ عیش سامانی

جہاں کو پھر اسی انداز سے ترتیب دینا ہے
عمر کا جوش ہو ، بوذر کا ایماں ، فقرِ سلمانی

عملِ صالح ، یقیں محکم ، نظر پاکیزہ ، دل روشن
کیا جائے گا نافذ دہر میں منشورِ ربانی

ماہر القادری

❁❁❁❁❁

زکوٰۃ کے مسائل

پروفیسر حافظ خلیل احمد نوری

زکوٰۃ، اسلام کا تیسرا رکن، اہم دینی فریضہ اور مالی عبادت ہے۔ قرآن کریم میں زکوٰۃ ادا کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ اس کے احکام کی تفصیل، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔ زکوٰۃ نکالنے سے قومی دولت کا قابلِ ذکر حصہ، محتاج اور نادار افراد کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس سے معاشی ناہمواری ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ زکوٰۃ دینے والے کا دل، بخل، حرص، حسد اور خود غرضی جیسی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف، محتاج اور معاشی طور پر کمزور افراد کے دلوں میں مال داروں کے لیے محبت اور احترام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ کے مسائل سے آگاہ ہونا، ہر مال دار کی ذمہ داری ہے۔ چند ضروری اور اہم مسائل یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

کس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے؟

زکوٰۃ، ایک شرعی حق ہے، جو، ہر اس مسلمان پر اس کے مال میں واجب ہوتا ہے، جس میں یہ شرائط پائی جائیں:

1. صاحبِ نصاب ہونا۔ نصاب سے مراد مال کی وہ کم از کم مقدار ہے، جس کی وجہ سے

زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ نصاب سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ نصاب کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

❷ عقل مند ہونا۔

❸ بالغ ہونا۔ یعنی دیوانے شخص اور نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں، نہ ہی ان دونوں کے سرپرستوں سے ان کے مال کی زکوٰۃ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ دیوانہ، جب عقل مند ہو جائے یا بچہ بالغ ہو جائے تو اس وقت سے اس کے سال کی ابتدا ہو گی۔ البتہ دیوانے اور نابالغ کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے گا اور ان کی زرعی پیداوار میں عشر بھی واجب ہو گا۔

❹ قرض سے فارغ ہونا۔ یعنی صاحبِ نصاب پر اتنا قرض نہ ہو کہ اگر اس کے پاس موجود مال، قرض کے مطالبے میں ادا کر دیا جائے تو اس کا مال بالکل ختم ہو جائے یا کم ہو کر نصاب سے نیچے چلا جائے۔

❺ حاجتِ اصلیہ سے زائد مال ہونا۔ حاجتِ اصلیہ سے مراد بنیادی انسانی ضرورتیں ہیں۔ اس میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن کے بغیر انسان کا زندہ رہنا محال یا دشوار ہو۔ پس درج ذیل اشیاء، قابلِ زکوٰۃ مال میں شامل نہیں اور ان پر زکوٰۃ لازم نہیں ہو گی: روزانہ کا خرچ، رہائشی مکان، حفاظت کے ہتھیار، گرمی سردی سے بچاؤ کے کپڑے، گھریلو سامان، سواری، صنعت و حرفت کے آلات، کارخانے کی مشینری اور اس کی عمارتیں، دوکان کے شوکیس، جن میں سامان رکھا اور سجایا جاتا ہے، اہلِ علم کی کتابیں وغیرہ۔

❻ مال کی ملکیت پر سال کا مکمل ہونا۔ یعنی صاحبِ نصاب جس تاریخ کو مال کا مالک قرار پائے، اگلے ہجری سال کی وہی تاریخ دوبارہ آجائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو گی۔ اس شرط کا تعلق سونے، چاندی، نقد رقوم، تجارتی سامان اور مویشیوں کی زکوٰۃ سے ہے۔ زرعی پیداوار پر، اس کی کٹائی کے وقت اور پھلوں پر ان کی چنائی کے وقت زکوٰۃ (عشر) واجب ہوتی ہے اور ان میں سال کا مکمل ہونا شرط نہیں۔

کس مہینے یا تاریخ کو زکوٰۃ دی جائے؟

شرعی طور پر زکوٰۃ کا کوئی خاص مہینہ یا تاریخ مقرر نہیں ہے، کیونکہ زکوٰۃ فرض ہونے میں ہر شخص کا وقت مختلف ہوتا ہے۔ پس جس دن کوئی شخص صاحبِ نصاب ہو، اس دن سے اس پر

زکوٰۃ فرض ہوگی۔ اسے چاہیے کہ یہ تاریخ یاد رکھے اور جب ہجری سال مکمل ہو، تو یہ اس کے لیے زکوٰۃ ادا کرنے کی تاریخ ہے۔ مثلاً: ایک شخص رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو نصاب کے مطابق مالیت کا مالک بنا، لہٰذا آئندہ سال یکم رمضان المبارک، اس کی تاریخِ زکوٰۃ مقرر ہوگی اور ہر سال یکم رمضان المبارک کو زکوٰۃ ادا کرے گا۔ جس کو یاد نہ ہو کہ وہ کب پہلی بار نصاب کا مالک ہوا، وہ اب کوئی ایک تاریخ مقرر کر لے اور ہر سال اسی تاریخ کو زکوٰۃ ادا کرے۔ سال کے درمیان میں شامل ہونے والے مال کی الگ تاریخ مقرر نہیں کی جائے گی، بلکہ سال کے اندر ہونے والی ہر کمی بیشی نظر انداز ہوگی۔ سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا درست ہے، لیکن سال مکمل ہونے پر حساب کر لیا جائے، اگر کچھ دینا باقی ہو تو اسے ادا کرے۔

زکوٰۃ کے اموال ، نصاب اور شرح زکوٰۃ

شریعت جن مالوں پر زکوٰۃ عائد کرتی ہے، وہ یہ ہیں: سونا، چاندی، رقوم، پرائز بانڈز، شیئرز، قومی بچت کے سرٹیفکیٹس، تجارتی سامان، زمینی پیداوار، مویشی اور معدنی دولت۔

سونا ساڑھے سات تولہ اور چاندی ساڑھے باون تولہ وزن کو پہنچ جائے، تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اس سے کم ہوں تو نہیں۔ سونے، چاندی میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا ہوگی۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کرنسی، شیئرز، بانڈز اور سرٹیفکیٹس رائج نہیں تھے، اس لیے سونے، چاندی کو معیار قرار دے کر، مال کی مذکورہ اقسام اور تجارتی سامان کو سونے، چاندی کی مالیت پر، پرکھا جاتا ہے۔ پھر، چونکہ سونے کے مقابلے میں، چاندی کم قیمت ہے، اس لیے چاندی کے نصاب کو معیار قرار دیا گیا ہے، تاکہ فقراء کو زیادہ فائدہ پہنچے۔ پس، نقد رقوم، شیئرز، بانڈز اور تجارتی سامان کی مجموعی مالیت، ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی اور اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ مویشیوں اور معدنی دولت کی زکوٰۃ کے لیے مفصل کتب کا مطالعہ کیا جائے۔

موجودہ اعشاری نظام کے مطابق ساڑھے سات تولہ سونے کا وزن ستاسی (87) گرام، چار سو اُناسی (479) ملی گرام ہے۔ ساڑھے باون تولہ چاندی کا وزن چھ سو بارہ (612) گرام اور چھتیس (36) ملی گرام ہے۔ چونکہ عام طور پر لوگ سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کرنسی کے ذریعے ادا کرتے ہیں اور بعینہٖ سونا، چاندی زکوٰۃ میں نہیں دیتے، لہٰذا سال کی مقرر تاریخ آنے پر،

اس روز مارکیٹ میں سونے، چاندی کی قیمت معلوم کر لی جائے اور اس کی مالیت کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کی جائے۔ پاکستانی روپے کے مطابق آج (مورخہ ۲۲ فروری ۲۰۲۵ء) خالص چاندی کی فی تولہ قیمت تین ہزار تین صد روپے ہے اور 612 گرام، 36 ملی گرام خالص چاندی کی قیمت ایک لاکھ تہتر ہزار دو صد سینتیس روپے ہے، لہٰذا اتنی رقم کا مالک صاحبِ نصاب کہلائے گا اور اس پر چار ہزار تین صد اکتیس روپے زکوٰۃ فرض ہو گی۔

اگر کسی شخص کے پاس سونا ساڑھے سات تولہ سے کم ہو یا چاندی ساڑھے باون تولہ سے کم ہو تو دونوں کی مالیت کو ملایا جائے گا۔ اگر دونوں کی مالیت چاندی کے نصاب، یعنی ساڑھے باون تولہ کے برابر ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔ جس کے پاس سونا، چاندی، کرنسی، شیئرز، پرائز بانڈز، قومی بچت اسکیم کے سرٹیفکیٹس اور تجارتی سامان کی صورت میں مختلف قابلِ زکوٰۃ اثاثے ہوں یا ان میں سے بعض اثاثے ہوں اور سب کی مالیت کا مجموعہ چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ لازم ہو گی۔ گویا کچھ سونا، کچھ چاندی، کچھ کرنسی، کچھ مال تجارت وغیرہ کی مجموعی مالیت چاندی کے نصاب کو پہنچ جانے سے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ سونا اور چاندی ڈلی کی صورت میں ہوں یا زیور کی شکل میں، ہر دو صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ نصاب کے مطابق ہوں اور باقی شرائط پائی جائیں۔

تجارتی سامان کی زکوٰۃ اور اس کا طریقہ

وہ اشیاء جنہیں تجارت کی نیت سے خریدا جائے اور اسے فروخت کر کے نفع کی امید رکھی جائے، تجارتی سامان کہلاتا ہے۔ تجارتی سامان کی مختلف اقسام ہیں، مثلاً: کپڑے، برتن، اجناس، زمین، کھانے پینے کا سامان، گھریلو استعمال کی چیزیں، پھل، سبزیاں، لکڑی، حیوانات، گاڑیاں، قیمتی پتھر اور موتی، مکانات، دکانیں، آلات، مشینری، منقولہ اور غیر منقولہ جائداد۔ غرض جو اشیاء نفع کمانے کی غرض سے خریدی جائیں اور فروخت کے لیے مہیا کی گئی ہوں، وہ سامانِ تجارت کہلاتا ہے، ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔

جس روز تاجر تجارت کا آغاز کرے، تو دیکھے کہ کیا اس وقت اس کے سامان کی قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچتی ہے؟ اگر پہنچتی ہے تو اس دن کی تاریخ یاد رکھے، کیونکہ یہ اس کی

زکوٰۃ کے سال کا آغاز ہے۔ اگر سامان کی مجموعی قیمت اس وقت نصاب کو نہیں پہنچتی تو جب نصاب مکمل ہو، وہ تاریخ یاد رکھے۔ اس دن سے اس کی زکوٰۃ کا سال شروع ہوگا۔ دونوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں جب سال مکمل ہو، تمام تجارتی سامان کی قیمت لگائے، گودام میں رکھا ہوا سامان اور دیگر ہر قسم کے قابلِ زکوٰۃ اثاثوں کو شامل کرے، ادھار دیے ہوئے مال کی ایسی رقوم کہ جن کی واپسی کی امید ہو، اس میں شامل کرے، پھر اس مجموعی رقم میں سے اپنے اوپر واجب الادا قرضے نکال کر جو رقم بچے، اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کی جائے۔ (شوکیس، الماریاں، کمپیوٹر اور ترازو جیسی اشیاء، کہ جن کو فروخت کی غرض سے نہیں رکھا جاتا، ان پر زکوٰۃ نہیں، لہٰذا ان کو شامل نہیں کیا جائے گا)

عُشر کے مسائل

زرعی پیداوار میں، بطورِ زکوٰۃ جو شرح واجب ہوتی ہے، وہ اس کا دسواں حصہ یعنی عشر یا نصف عشر ہے، اس لیے زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کا نام عشر ہے۔ زرعی پیداوار کی بنیادی اقسام تین ہیں: ❶ اجناس؛ مثلاً: گندم، چنا، چاول، جو، باجرہ، مکی، دالیں وغیرہ۔ ❷ پھل؛ اس میں انگور، کھجور، انار، زیتون، مالٹا، سیب، آلو بخارا، اور خوبانی وغیرہ شامل ہیں۔ ❸ سبزیاں؛ جیسے کدو، بینگن، شلجم، آلو، گاجر، مولی، توری، گوبھی، پیاز اور لہسن وغیرہ۔

عملِ زراعت سے حاصل ہونے والی پیداوار کم ہو یا زیادہ، عشر واجب ہوتا ہے۔ اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں، فصل کی کٹائی اور پھلوں کی چنائی کے ساتھ ہی، بارانی یعنی بارش یا چشموں سے سیراب ہونے والی زمین سے پیداوار کا دسواں اور غیر بارانی زمین سے بیسواں حصہ ادا کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ---[الانعام، ۶:۱۴۱]

"فصل کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کردو"---

عشر ادا کرتے وقت پیداواری اخراجات منہا (MINUS) نہیں کیے جائیں گے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نظریے کے مطابق ٹھیکے پر دی گئی زمین کی پیداوار کا عشر زمین کے مالک کے ذمے ہے۔ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہما ٹھیکے کی زمین کا عشر کاشت کار پر واجب قرار دیتے ہیں۔ مزارعت یا بٹائی پر دی گئی زمین کا عشر دونوں افراد پر

ہوگا۔ یعنی مالک اپنے حصے کا اور مزارع اپنے حصے کا عشر ادا کرے گا۔ اجناس، پھلوں اور سبزیوں کا عشر، ان کی قیمت لگا کر رقم کی صورت میں ادا کیا جاسکتا ہے۔ زکوٰۃ کے مستحقین ہی عشر کے مستحقین ہیں۔

زکوٰۃ کا مستحق کون؟

قرآنِ کریم میں زکوٰۃ کے مستحقین کی آٹھ اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے پہلے فقراء و مساکین کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا اوّلین مقصد، معاشرے کے ان کمزور افراد کی کفالت اور اعانت ہے۔ فقیر و مسکین کسے کہتے ہیں یا یوں کہیے کہ اسلام کی نظر میں غریب شخص کون ہے، جسے زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا جائے؟ اس میں بہت تفصیل ہے۔ مختصر جواب یہ ہے کہ جو شخص زکوٰۃ کے نصاب یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر نقد رقم، پرائز بانڈز وغیرہ نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے پاس کچھ سونا، کچھ چاندی، کچھ رقم، کچھ مالِ تجارت ہے، کہ ان سب کو ملانے سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو جائے، نہ ہی اس کے پاس حقیقی انسانی ضرورتوں سے زائد اتنا مال ہو جو ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو، تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا اور اسے دینا جائز ہے۔ جو شخص نصاب یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر سونا، چاندی، نقد رقم اور مال تجارت نہیں رکھتا، مگر اس کے پاس گھر میں اصلی اور حقیقی ضرورتوں سے زائد کپڑے، بستر، برتن، فرنیچر وغیرہ موجود ہوں، تو وہ شخص زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے۔ اگرچہ صاحبِ نصاب نہ ہونے کی وجہ سے اس پر زکوٰۃ کا فریضہ عائد نہیں ہوتا۔

جس شخص کے پاس صرف ضرورت کا سامان ہو اور جائز اصلی حاجت سے زائد نہ ہو، مثلاً: رہائشی مکان، استعمال کی سواری، پہننے کے کپڑے، گھریلو ساز و سامان اور عالم و پڑھا لکھا ہونے کی صورت میں کتابیں وغیرہ موجود ہوں، مگر یہ سب چیزیں اس کی ضرورت کے مطابق ہیں، زائد نہیں ہیں، اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ البتہ، اس کے لیے سوال کرنا حرام ہے، کیونکہ گزر اوقات کا سامان ہونے کی وجہ سے سوال کے داغ سے دامن پاک رکھنا ضروری ہے۔

مستحق زکوٰۃ کی تلاش و تحقیق

اہلِ پاکستان کی بڑی تعداد معاشی کمزوریوں کی وجہ سے خود اپنی بنیادی ضرورتیں

پوری کرنے سے قاصر ہے۔ ناچار، انہیں اہلِ ثروت کے صدقات وخیرات اور مالِ زکوٰۃ پر گزر بسر کرنا پڑتی ہے اور خوش حال طبقہ فراخ دلی سے ان کی اعانت کرتا ہے۔لیکن اس کا منفی اثر یہ ہے کہ اس کے باعث پیشہ وارانہ گداگری کو خوب فروغ مل رہا ہے اور اس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔حتیٰ کہ بیرونِ ملک خصوصاً سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں جاکر بھیک مانگنے والے پاکستانی، ملک وقوم کی بدنامی اور جائز روزگار کی تلاش میں بیرونِ ملک جانے والوں کے لیے ویزوں کی بندش کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ بھیک منگوں کی اکثریت کے پیچھے یا مافیا ہوتا ہے یا انفرادی طور پر، پُرتعیش زندگی کی خواہش و کوشش کارفرما ہوتی ہے۔ بہت سے صحت منداور کمانے کے لائق افراد، آسان ذریعۂ معاش سمجھ کراس راہ پر چل پڑتے ہیں۔ پس، قوی امکان یہ ہے کہ چوکوں، چوراہوں پر کھڑے سائلین اور عوامی مقامات اور مسجدوں میں رونے والی صورتیں بنا کر مانگنے والوں کی بیش تر تعداد، زکوٰۃ کے حوالے سے غیر مستحق افراد کی ہے اور انہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

اہلِ ثروت کی سخاوت کو دیکھتے ہوئے بہت سے رفاہی اداروں نے زکوٰۃ وصولی کا کام شروع کر رکھا ہے۔ رفاہِ عام کا کام بلاشبہہ بہت بڑی نیکی اور ملکی وملی خدمت ہے، لیکن افسوس کہ ان تنظیمات کے ذمہ داروں کی غالب اکثریت، زکوٰۃ کی جمع وتقسیم کے اسلامی قوانین سے ناواقف ہے اور اس کی پاس داری نہیں کرتی۔ مثلاً: فری ڈسپنسریوں اور شفاخانوں میں علاج کی سہولتوں اور دوائیوں کی فراہمی میں زکوٰۃ کے مستحق اور غیر مستحق میں امتیاز نہیں کیا جاتا۔ رمضان المبارک میں راشن کی تقسیم میں بھی یہی صورتِ حال دیکھنے کو ملتی ہے۔

اوپر بیان کی گئی صورتِ حال کا تقاضا ہے کہ زکوٰۃ کا مال صرف اسے دیا جائے، جس کے متعلق غیر مستحق ہونے کا شبہہ نہ ہو۔ جس پر شک گزرے کہ آیا وہ فقیر ومسکین کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟ تو تحقیق کرنا ضروری ہوگا۔ ایسے میں بلاتحقیق زکوٰۃ دی جائے تو باطل قرار پائے گی۔ جس کے متعلق غالب گمان ہو کہ وہ مستحق ہے تو تحقیق ضروری نہیں۔ بہرحال، زکوٰۃ دینے والے کا فائدہ اس بات میں ہے کہ زکوٰۃ کے مستحقین کے متعلق تحقیق کر لے۔ اسی طرح صرف اسی رفاہی ادارے کو زکوٰۃ دی جائے جس میں، زکوٰۃ کے اسلامی قوانین کے مطابق جمع وتقسیم کا اہتمام کیا جاتا ہو۔

نفلی صدقات

زکوٰۃ فرض ہے۔اس سے زائد اپنی خوشی سے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کسی کو مالی عطیہ دینا صدقہ کہلاتا ہے۔ چونکہ انسانی ضرورتیں مسلسل اور بار بار آتی ہیں، بعض ضرورتیں فوری نوعیت کی ہوتی ہیں، جنہیں پورا کرنے کے لیے سال بھر انتظار نہیں کیا جا سکتا، جب کہ زکوٰۃ تو سال میں ایک بار ادا کی جاتی ہے۔کئی اور وجوہ سے بھی زکوٰۃ کا دائرہ محدود ہے، جب کہ نفلی صدقات میں وسعت پائی جاتی ہے اور ہر کارِ خیر میں خرچ کرنا ممکن ہے۔اس میں امیر وغریب کا امتیاز کرنا بھی ضروری نہیں، اس لیے قرآنِ کریم اور احادیث میں صدقہ پر ابھارا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً---[البقرۃ،۲:۲۴۵]

''ہے کوئی ایسا شخص جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض؟ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسے کئی گنا بڑھا دے''---

حدیث پاک میں، اتنی کثرت سے نفلی صدقہ کی فضیلت و تاکید بیان ہوئی ہے کہ گمان ہوتا ہے کہ مالی صدقہ کیے بغیر کوئی نیکی اور فضیلت حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔صرف دو احادیث ملاحظہ فرمائیں۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّدَقَۃَ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَۃَ، کَمَا یُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ---

[جامع ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی حرمۃ الصلوٰۃ]

''صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے، جیسے پانی آگ کو مٹا دیتا ہے''---

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''کوئی دن ایسا نہیں کہ جس میں بندے صبح کو اٹھتے ہوں تو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں؛ ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کے بدلے میں اور عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے (بخیل) کے مال کو ہلاک کردے''---

[بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ عز وجل فاما من اعطٰی و اتقٰی]

طلبۂ دین --- زکوٰۃ کے اوّلین مستحق

دینی مدارس کے طلبہ کو زکوٰۃ کا اوّلین مستحق قرار دینے کی وجوہ درج ذیل ہیں:

- علم دین پڑھنا، پڑھانا نفلی عبادت سے افضل ہے اور قرآن وسنت کے علوم باقی علوم سے افضل واعلیٰ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذریعے احکام الٰہی معلوم ہوتے ہیں، جب کہ اُخروی نجات کا مدار ایمان کے ساتھ اسلامی احکام کی پابندی پر ہے، لہٰذا قرآن وسنت کے علوم کی اشاعت وفروغ نہ صرف اہم، بلکہ فرضِ کفایہ ہے۔ دینی مدارس یہی خدمت انجام دے رہے ہیں اور دینی علوم کے طلبہ، پوری قوم کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرنے کے باعث،قوم کے محسن ہیں۔

دینی مدارس کے طلبہ پر زکوٰۃ خرچ کرنا فریضۂ زکوٰۃ سے عہدہ برآ ہونا بھی ہے اور دین کی مدد ونصرت بھی۔ ان محسنین کو نظر انداز کر کے اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر کسی اور کو زیادہ مستحق سمجھنا، دین کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔

- مادی ترقی کے اس دور میں دینی اقدار بری طرح پائے مال کی جارہی ہیں، نت نئے فتنے جنم لے رہے ہیں، اسلامی نظریات وافکار کے متعلق شکوک وشبہات پھیلائے جارہے ہیں۔ سیکولرازم، لادینیت اور دہریت کے سیلاب نے مسلمانوں کی دینی پختگی کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ذرائع معلومات کی کثرت کے باوجود، مسلمان نوجوان، حقیقی دینی شعور اور اسلامی احکام کے گہرے علم سے ناواقف ہیں۔ ایسے میں دینی طلبہ کا وجود بسا غنیمت ہے کہ وہ دنیا کی چکاچوند سے بے خبر، دین کا پختہ فہم حاصل کر کے قوم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ لہٰذا دینی مدارس کی مدد واعانت ہمارا فرض ہے، تاکہ دینی علوم کے طلبہ، یکسوئی سے علوم دینیہ حاصل کر کے بڑھتی ہوئی بدعقیدگی، بے عملی اور گمراہی کے سامنے دیوار بنے رہیں اور دین کی حفاظت اور اسلامی روایات کی رکھوالی کر سکیں۔

- یہ حقیقت بھی سب پر واضح ہے کہ عصری تعلیمی اداروں کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے، ان میں سے ہر ایک کے لیے حکومت کروڑوں کے عطیات اور گرانٹس مختص کرتی ہے۔ دوسری طرف ہزاروں دینی مدارس، نہ صرف حکومت کی سرپرستی سے

محروم رہتے ہیں، بلکہ بڑی عالمی طاقتوں کے زیرِ اثر، ہر حکومت، دینی مدارس پر عتاب نازل کرتی ہے۔ کبھی ان کے بینک اکاؤنٹس منجمد کر دیے جاتے ہیں اور کبھی رجسٹریشن کی آڑ میں سخت قوانین نافذ کر کے انہیں دھمکایا جاتا ہے۔ ان حالات میں دینی مدارس کو اپنی بقا کا مسئلہ درپیش رہتا ہے اور روزمرہ کے اخراجات پورے کرنا بے حد دشوار ہو چکا ہے، چونکہ مدارس کا مستقل ذریعہ آمدن نہیں ہوتا، اس لیے طلبہ کی خوراک، اساتذہ اور انتظامیہ کی تنخواہوں، یوٹیلیٹی بلز، عمارتوں کی تعمیر و مرمت اور دیگر انتظامی اخراجات پورے کرنے کے لیے انہیں عوام الناس کے عطیات پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا، اہلِ ثروت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان دینی سرچشموں کو خشک نہ ہونے دیں اور اپنے عطیات سے ان مراکزِ علم و عمل کی سرپرستی کرتے رہیں۔

- دینی طلبہ کی اکثریت معاشی اعتبار سے کمزور طبقے سے آتی ہے۔ مدارس، ان بچوں کی خوراک، لباس، کتب اور دیگر تعلیمی ضرورتوں کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔ لہٰذا پیشہ ور غیر مستحق گداگروں اور ایسے رفاہی اداروں، کہ جن میں سے بعض کے مقاصد غیر واضح ہیں اور بعض اپنے اچھے نصب العین کے باوجود زکوٰۃ کے مالوں کا صحیح استعمال کرنے سے لاپرواہی کرتے ہیں، دینی مدارس کے طلبہ کو زکوٰۃ کا اوّلین مصرف قرار دینا انصاف پسندی ہے۔

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ --- زکوٰۃ کا حقیقی مصرف

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑا تقریباً ۸۷ ستاسی سال سے علمی اور روحانی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ گزشتہ چھ سالوں سے دارالعلوم کی تعمیرِ نو کا کام جاری ہے، جس پر کروڑوں روپے خرچ کیے جا چکے ہیں۔ تین کروڑ کے لگ بھگ کی مزید ضرورت ہے۔ ادارہ، تعمیراتی اخراجات کے علاوہ طلبہ و طالبات کے قیام، خوراک اور اساتذہ و انتظامیہ کی تنخواہوں پر سالانہ چار کروڑ روپے سے زائد خرچ کرتا ہے۔ آپ بھی دارالعلوم کی تعمیر و ترقی کے کارِ خیر میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی مضبوطی اور استحکام کے لیے خرچ کرنا، زکوٰۃ و صدقات کا حقیقی مصرف ہے اور دیگر کارِ خیر میں خرچ کرنے سے زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ دیگر احباب کو بھی متوجہ کریں اور اس علم پروری اور دین دوستی میں شمولیت کی دعوت دیں۔

❀❀❀❀❀

روزے کا تعارف

مولانا مفتی محمد شہزاد نوری حنفی

روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، جو ہر بالغ، عاقل اور صحت مند مسلمان پر فرض ہے۔ رمضان المبارک کے روزے سنہ ۲ ہجری میں فرض کیے گئے۔ روزہ نہ صرف عبادت کا ایک اہم حصہ ہے، بلکہ یہ تقویٰ، صبر، ہمدردی اور خود کو برائیوں سے روکنے کی عملی تربیت بھی فراہم کرتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے روزے کی فرضیت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o---[۱]

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم متقی بن جاؤ''---

روزہ محض بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں، بلکہ اس کا اصل مقصد نفس کی پاکیزگی، روحانی ترقی اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ یہ عبادت مسلمانوں کو ضبطِ نفس، شکر گزاری اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا درس دیتی ہے۔ رمضان المبارک میں شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے، نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہوتی ہے اور اس کا اجر بھی اللہ کریم خود عطا فرماتا ہے، جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے:

اَلصِّیَامُ فَاِنَّہٗ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ---[۲]

''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا''---

یہی وجہ ہے کہ روزہ ایک منفرد عبادت ہے، جو انسان کے ایمان، صبر اور روحانی پاکیزگی کو مضبوط کرنے میں مدد دیتا ہے۔

روزے کی تعریف

روزے کو عربی زبان میں صوم کہتے ہیں۔ صوم کا لغوی معنی ہے رک جانا، شرعی اعتبار سے صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے، پینے اور مباشرت سے رک جانے کا نام روزہ ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ---[۳]

''اور کھاؤ پیو، یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے نمایاں ہو جائے، پھر رات تک روزہ پورا کرو''---

(سفید ڈورے سے مراد صبح صادق (دن کی سفیدی) ہے اور سیاہ ڈورے سے مراد صبح کاذب (رات کی تاریکی) ہے۔)

روزہ کس پر فرض ہے؟

روزہ ہر مسلمان عاقل، بالغ پر فرضِ عین ہے، بعض صورتوں میں کچھ مخصوص لوگوں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ لڑکے اور لڑکی کی بلوغت کے حوالے سے فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''لڑکے اور لڑکی کو جب آثارِ بلوغ ظاہر ہوں؛ مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے، اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں''---[۴]

جب بچہ بچی بالغ ہو جائے تب ان پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے، تاہم بالغ ہونے سے پہلے جب روزہ کی مشقت برداشت کرنے کی استطاعت پیدا ہو جائے تو روزہ کی ترغیب دینی چاہیے، تاکہ بعد میں فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو۔

شروع اسلام کا روزہ

سنہ دو ہجری میں رمضان المبارک کے مہینے کے روزے فرض ہوئے، اس وقت روزے کے کچھ احکام میں سختی تھی، بعد میں اللہ رب العزت نے امتِ مصطفیٰ کی آسانی کے لیے تخفیف فرما دی:

❶ ...... بیوی سے مجامعت کرنا، شروع اسلام میں رمضان المبارک کی راتوں میں بیوی سے جماع (صحبت) کرنا منع تھا، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دے دی۔

❷ ......افطار کے بعد سونے کا حکم، اگر کوئی شخص افطار کے بعد سو جاتا، تو اس کے لیے کھانے پینے کی اجازت ختم ہو جاتی، یعنی اگلا دن شروع ہونے تک نہ کھا سکتا تھا اور نہ پی سکتا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں یہ دستور تھا کہ اگر کسی روزہ دار کا افطار کا وقت آ جاتا اور وہ سونے سے پہلے نہ کھاتا پیتا، تو پھر پوری رات اور اگلا دن بغیر کھائے رہتا۔ قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے، جب افطار کا وقت آیا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کھانے کے بارے میں پوچھا۔ ان کی بیوی نے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں، میں جا کر لے آتی ہوں۔ قیس دن بھر کام کاج میں مشغول رہے تھے، تھکے ہوئے تھے، اسی دوران نیند آ گئی۔ جب ان کی بیوی واپس آئیں تو انہیں سویا ہوا پایا اور افسوس کے کچھ جملے کہے، پھر دوسرے دن دوپہر کے وقت قیس بھوک اور کمزوری کی شدت سے بے ہوش ہو گئے۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کی گئی، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ---

”رمضان کی راتوں میں تمہارے لیے اپنی بیویوں سے مباشرت حلال

کر دی گئی“---

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس آیت کے نازل ہونے پر بے حد خوش ہوئے۔

اسی کے ساتھ مزید حکم نازل ہوا:

وَ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ---

”کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ (صبح کی روشنی)

سیاہ دھاگے (رات کی تاریکی) سے نمایاں ہو جائے“---[۵]

یہ تبدیلی بڑی آسانی کا باعث بنی اور اب افطار کے بعد سونے کے باوجود فجر تک کھانے، پینے اور مجامعت (صحبت) کی اجازت ہے۔

روزہ رکھنے کا طریقہ

روزہ رکھنے کے لیے نیت، سحری اور روزے کے آداب کا جاننا ضروری ہے۔ شریعت نے روزے کو آسان بنایا ہے، تاکہ مسلمان اسے سہولت کے ساتھ ادا کر سکیں۔

سحری کی اہمیت اور وقت

سحری کھانا روزے کی سنت ہے اور یہ بندے کے لیے باعثِ برکت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سحری کو باعثِ خیر و برکت قرار دیا اور اس میں تاخیر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃً---[۶]

”سحری کھایا کرو، کیونکہ سحری میں برکت ہے“---

ابنِ حبان کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الْمُتَسَحِّرِیْنَ---[۷]

”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں“---

سحری کا بہترین وقت صبح صادق سے کچھ پہلے ہے، یعنی فجر کی اذان سے دو تین منٹ قبل کھانے پینے کو ختم کر دینا بہتر ہے۔ سحری نہ کھانے سے روزے کی فرضیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن سحری چھوڑنا مستحب عمل کو چھوڑنے کے برابر ہے۔

نیت کا بیان

روزہ رکھنے کے لیے نیت کرنا ضروری ہے، کیونکہ نیت کے بغیر روزہ معتبر نہیں ہوتا۔ نیت کا مطلب دل میں ارادہ کرنا ہے کہ میں اللہ کی رضا کے لیے روزہ رکھ رہا ہوں۔ زبان سے کہنا ضروری نہیں، بلکہ دل میں ارادہ کر لینا ہی کافی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ---[۸]

''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے''---

لہٰذا، اگر کوئی شخص سحری کرتا ہے یا دل میں روزہ رکھنے کا ارادہ کر لیتا ہے، تو یہ نیت کے لیے کافی ہے۔ اگرچہ دل میں نیت کافی ہے، لیکن زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بہتر اور باعثِ برکت ہے۔ نبی کریم ﷺ سے نیت کے الفاظ منقول نہیں، لیکن فقہاء کرام نے آسانی کے لیے نیت کے کچھ الفاظ بیان کیے ہیں، جو یوں ہیں:

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَیْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ---

''میں نے کل کے روزے کی نیت کی ماہِ رمضان سے''---

نوٹ: نیت میں کل کا لفظ اس لیے ہے کہ شریعت میں دن کا آغاز صبح صادق سے ہوتا ہے، چونکہ نیت صبح صادق سے پہلے کی جارہی ہے تو اس لیے کل کا لفظ ہی بولا جائے گا۔

افطاری کا بیان

جیسے ہی سورج غروب ہو جائے فوراً افطاری کر لینا سنت ہے، افطاری میں جلدی کرنے کی فضیلت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کئی احادیث مروی ہیں۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

''لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی کریں گے''---[۹]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں گے، کیونکہ یہود و نصاریٰ اسے مؤخر کرتے ہیں''---[۱۰]

کھجور سے افطار کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا رسول اللہ ﷺ نماز سے پہلے تازہ کھجوروں سے افطار فرماتے، اگر تازہ کھجوریں نہ ملتیں تو خشک کھجوریں استعمال فرماتے اور اگر یہ بھی نہ ملتیں تو چند گھونٹ پانی پی لیتے''---[۱۱]

افطاری کے وقت کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ افطار کے وقت یہ دعا فرماتے:

ذَھَبَ الظَّمَاُ وَ ابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ---[۱۲]

''پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ ثواب ثابت ہوگیا''---

حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ نے رسولِ کریم ﷺ سے یہ دعاءِ افطار روایت کی ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ، وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ---[۱۳]

''اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا''---

نوٹ: یہ دعائیں روزہ افطار کرنے کے بعد پڑھنی سنت ہیں (اگرچہ افطار سے پہلے بھی جائز ہیں)، افطاری سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی جائے اور افطار کے بعد یہ دعائیں پڑھی جائیں، اس کی تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ، جلد دس میں موجود رسائل کا مطالعہ کیا جائے، بالخصوص العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار رسالے کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

❶ بھول کر کھانے، پینے یا جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ❷ مکھی یا غبار وغیرہ قصد کے بغیر حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، غبار آٹے کا ہو یا غلہ صاف کرتے وقت اڑے یا راستے میں چلتے وقت مٹی کا ہو، ❸ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ❹ بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ❺ عورت کی طرف دیکھا یا چھوا، شہوت ہوئی مگر انزال نہ ہوا، تو روزہ نہیں ٹوٹا، لیکن ایسے افعال بحالتِ روزہ مکروہ ہیں، ❻ کلی کرنے سے پانی کی خنکی سی منہ رہ گئی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، ❼ دانتوں سے خون نکلا مگر حلق سے نہیں اترا، تو روزہ نہیں ٹوٹا، ❽ ہونٹوں پر زبان پھیری اور تھوک کو نگل لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا، ❾ سوتے میں احتلام ہوگیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ احتلام والا شخص غسل کرے اور روزہ مکمل کرے۔ روزے کی حالت میں

غرغرہ کرنا مکروہ ہے، صرف کلی کرے اچھے طریقے سے۔

نوٹ: رات کو احتلام ہو جائے اور سحری کا وقت تھوڑا ہو، تو پہلے سحری کرے، بعد میں غسل کر لے، اس سے روزہ ہو جائے گا۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

① جان بوجھ کر کھانے، پینے یا جماع کرنے سے روہ ٹوٹ جاتا ہے، ② حقہ اور سگریٹ یا سگار وغیرہ پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، ③ اگربتی جلائی اور جان بوجھ کر اس کا دھواں حلق میں کھینچا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ④ ٹافی یا شکر اور چینی جیسی کوئی چیز جو گھل کر لعاب میں مل جاتی ہے، ایسی چیز منہ میں رکھ کر لعاب حلق میں لے گیا، تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ⑤ روزے میں دانت ٹوٹا یا نکلوایا اور اس کا خون حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، اس کی قضا لازم ہے، ⑥ قبض یا بواسیر کی وجہ سے پاخانہ کے مقام میں حقنہ لیا یا دوا چڑھائی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ⑦ جسم میں کوئی ایسا زخم ہو جو معدہ یا دماغ تک پہنچتا ہو، اس میں دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، ⑧ مرد نے عورت کو چھوا اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد ہو گیا، ⑨ قصداً (جان بوجھ کر) منہ بھر کر قے کی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر جان بوجھ کر نہیں کی تو چاہے تھوڑی آئی یا زیادہ، روزہ نہیں ٹوٹے گا، ⑩ کوئی ایسی چیز منہ میں ڈالی جس سے رنگ اتر کر لعاب میں شامل ہو گیا تو لعاب حلق میں لے جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، ⑪ فرنچ کس (French kiss)، یعنی دوسرے کے ہونٹ چوسے اور اس کا لعاب نگل لیا تو روزہ فاسد ہو گیا۔

روزہ ٹوٹنے کی وہ صورتیں جس میں صرف قضا لازم آتی ہے

❶ یہ گمان تھا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی، کھا پی لیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اس سے صرف قضا لازم ہو گی، ❷ یہ گمان تھا کہ سورج ڈوب گیا ہے اور روزہ افطار کر لیا جب کہ سورج نہیں ڈوبا تھا، تو اس کی قضا لازم ہو گی، ❸ بھول کر کھایا، پیا یا جماع کیا یا احتلام ہو گیا، پھر یہ سمجھ لیا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے، ایسی صورت میں قصداً کھا پی لیا تو صرف قضا لازم ہو گی، ❹ عورت کے ہونٹ چوسے، انزال ہو گیا، تو صرف قضا لازم ہو گی، ❺ مشت زنی کی تو روزہ فاسد ہو گیا، اس سے قضا لازم ہو گی، ❻ رمضان کے علاوہ کوئی روزہ توڑا یا رمضان کا ہی

قضا روزہ توڑا، تواس سے صرف قضا لازم ہوگی، 7 مٹی یا کنکر کھایا تو قضا لازم ہوگی۔

وہ صورتیں جن میں کفارہ بھی لازم آتا ہے

① جان بوجھ کر کھانے، پینے یا جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اس سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، ② بھول کر کھایا، پیا، سر میں تیل لگایا، غیبت کی یا قے کی یا احتلام ہوا، ان صورتوں میں اسے معلوم تھا کہ روزہ نہیں ٹوٹا، پھر جان بوجھ کر کھا پی لیا تو کفارہ و قضا دونوں لازم، ③ محبوب کا لعاب لذت کے لیے چاٹ گیا تو کفارہ لازم ہوگا، ④ ملتانی مٹی یا وہ گاچی نما، جس کو عام کھایا جاتا ہے، اس کے کھانے سے کفارہ لازم ہوگا، ⑤ سحری کا نوالہ منہ میں تھا، وقت ختم ہوگیا یا بھول کر کھا رہا تھا، یاد آگیا، پھر بھی وہ لقمہ نگل لیا، تو کفارہ واجب۔

نوٹ: جس جگہ کفارہ لازم آتا ہے، وہاں ضروری ہے کہ صبح صادق سے پہلے پہلے روزے کی نیت کی ہو، صبح صادق کے بعد نیت کی، تو اب روزہ ٹوٹنے پر صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔

کفارہ کا بیان

لگاتار ساٹھ (60) روزے رکھے، اگر روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ مساکین کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلائے [عامہ کتبِ فقہ] فدیہ چاہے تو پہلے بھی دے سکتا ہے اور روزے کا دن گزار کر بعد میں بھی دے سکتا ہے۔ چاہے ایک ایک روزے کا علیحدہ علیحدہ دے یا تمام روزوں کا ایک ساتھ ہی فدیہ دے سکتا ہے۔

روزہ کے مکروہات

سیدنا رسول اللہ ﷺ نے روزے کے آداب اور اس کی روحانی تاثیر کو برقرار رکھنے کے حوالے سے کئی نصیحتیں فرمائی ہیں، تاکہ روزے میں مکروہ اعمال سے بچ کر روزے کی روحانیت کو برقرار رکھا جا سکے۔

روزے کے دوران جھوٹ اور بدکلامی سے اجتناب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِہٖ، فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ أَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَ شَرَابَہٗ---[۱۴]

"جو شخص جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے سے کوئی غرض نہیں"---

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"روزہ ڈھال ہے، پس جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو، تو وہ نہ بے ہودہ بات کرے اور نہ شور مچائے، اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو وہ کہہ دے: میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں"---[۱۵]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں، جن کو ان کے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی قیام کرنے والے ایسے ہیں، جن کو ان کے قیام سے سوائے رات کے جاگنے کے کچھ نہیں ملتا"---[۱۶]

یہ احادیث روزے کے اصل مقصد کو واضح کرتی ہیں اور ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ صرف بھوکا پیاسا رہنا کافی نہیں، بلکہ اپنی زبان، عمل اور نیت کو بھی پاک رکھنا ضروری ہے، تاکہ روزے کی برکتوں سے حقیقی طور پر فیض یاب ہوسکیں۔اسی طرح جھوٹ، چغلی، غیبت، بے ہودہ بات، کسی کو تکلیف دینا، فلم یا ڈراما دیکھنا، غیر محرم عورتوں کو دیکھنا، وقت گزارنے کے لیے فضول کی گپ شپ لگانا، لایعنی گفتگو میں وقت گزارنا، یہ سب مکروہ اعمال ہیں، ان سے روزہ کی روحانیت ختم ہو جاتی ہے۔

جن کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے

سفر میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ہم میں سے کچھ روزے سے تھے اور کچھ نہیں۔گرمی کا دن تھا اور سب سے زیادہ سایہ صرف کپڑے والے کے پاس تھا اور بعض لوگ اپنے ہاتھوں سے دھوپ سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔

روزے دار لوگ کمزور پڑ گئے، جب کہ جو روزے سے نہیں تھے، انہوں نے خیمے نصب کیے اور جانوروں کو پانی پلایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

آج غیر روزہ داروں نے زیادہ ثواب کما لیا'' ---[۱۷]

بیمار شخص کو اگر بیماری بڑھ جانے کا گمان ہو، چاہے ذاتی تجربے یا مسلمان طبیب کے کہنے سے، تو اس کو روزہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے، جب بیماری زائل ہو تو روزہ کی قضا کرے۔ [عامہ کتبِ فقہ]

قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ---[۱۸]

''جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو، تو وہ دوسرے دنوں میں (اتنے ہی) روزے رکھے'' ---

اس حوالے سے حدیث پاک میں ہے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''بیمار اور مسافر کے لیے روزہ چھوڑنے کی اجازت اللہ کی طرف سے رخصت ہے، جو اس پر عمل کرے تو اچھا ہے اور اگر کوئی روزہ رکھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' ---[۱۹]

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر اپنی یا بچے کی جان کا خطرہ ہو یا بیماری و شدید کمزوری کا خطرہ ہو، تو ان کو بھی روزہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے کہ وقتی طور پر روزہ نہ رکھیں، بعد میں جب یہ عذر زائل ہو جائے تو اس کی قضا لازم ہے۔ [عامہ کتبِ فقہ]

حیض و نفاس والی عورت کو روزہ چھوڑنے کا حکم ہے، وہ اس حالت میں روزہ نہیں رکھ سکتی، بعد میں روزے کی قضا کرے گی۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں حیض کی حالت میں ہوتی تھیں، تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا، لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا'' ---[۲۰]

روزے کی جگہ فدیہ

اگر کوئی شیخ فانی ہو یا ایسا بیمار ہو کہ بظاہر تندرست ہونے کی توقع نہ ہو اور غالب گمان ہو

کہ یہ روزے کی قضا بھی نہیں رکھ سکیں گے، تو ان پر روزوں کا فدیہ لازم ہے۔ فقہ کی معروف کتاب فتاویٰ شامی میں ہے:

اَلْمَرِیْضُ إذَا تَحَقَّقَ الْیَأْسُ مِنَ الصِّحَّۃِ فَعَلَیْہِ الْفِدْیَۃُ لِکُلِّ یَوْمٍ مِّنَ الْمَرَضِ---[۲۱]

''جس مریض کے مرض کے زوال کی توقع نہ ہو، وہ ہر روزہ کے بدلے فدیہ (صدقہ فطر کی مقدار) دے''---

فدیہ چونکہ واجب ہے، لہٰذا جتنا جلد ممکن ہو ادا کریں، خواہ ایک ہی وقت میں ادا کریں یا وقفہ سے۔ فدیہ ادا کرنا پڑے گا اور بغیر عذر کے، تاخیر کی اجازت نہیں ہے۔

لپ اسٹک لگانے کا حکم

روزہ کی حالت میں لپ اسٹک لگانا جائز ہے، بشرطیکہ اس کا ذائقہ حلق میں نہ جائے، اگر حلق میں جانے کا خطرہ ہو تو لپ اسٹک لگانا مکروہ ہے اور اگر لپ اسٹک کے ذرّات حلق میں چلے گئے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ فتاوی عالم گیری میں ہے:

وَ کُرِہَ ذَوْقُ شَيْءٍ وَ مَضْغُہٗ بِلَا عُذْرٍ کَذَا فِي الْکَنْزِ---[۲۲]

روزے کی حالت میں انجیکشن لگوانا

یاد رہے کہ انجکشن نئی ایجاد ہے اور اس کے لگوانے سے روزے کا ٹوٹنا یا نہ ٹوٹنا، مسئلۂ جدیدہ ہے۔ حضرات علماء کرام کی آراء اس مسئلہ میں مختلف فیہ ہیں۔ کچھ علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ انجکشن خواہ گوشت میں لگوایا جائے یا رگ میں، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے کے بارے میں تفصیلی فتویٰ کے لیے فتاویٰ نوریہ، جلد دوم میں حضرت سیدی فقیہ اعظم محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کا تحقیقی رسالہ ''روزہ اور ٹیکہ'' طبع ہے، اس کا مطالعہ فرمائیں۔

آنکھ میں دوائی ڈالنے سے روزہ کا حکم

یہ بھی علماء میں اختلافی مسئلہ ہے، کئی علماء کرام نے موجودہ اطباء و ڈاکٹروں کی تحقیق کو

بنیاد بنا کر حکم فرمایا کہ آنکھ اور حلق کے درمیان منفذ موجود ہے، لہٰذا دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، جب کہ دیگر علماء کرام نے فقہاء کرام کی عبارات کو بنیاد بنا کر وہی موقف اپنایا جو پرانے فقہاء نے کتبِ فقہ میں درج فرمایا؛ کہ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

فقہ اسلامی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے:

وَ لَا بَأْسَ بِالْکُحْلِ---[۲۳]

''روزہ دار کے لیے آنکھ میں سرمہ ڈالنے میں کچھ حرج نہیں''---

بدائع الصنائع میں ہے:

وَ لَوِ اکْتَحَلَ الصَّائِمُ لَمْ یَفْسُدْ وَ اِنْ وَّجَدَ طَعْمَهٗ فِیْ حَلْقِهٖ عِنْدَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ---

''اگر روزہ دار آنکھ میں سرمہ لگائے تو اگر چہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو پھر بھی جمہور علماء کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا''---

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بطورِ دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ وَ عَیْنَاهُ مَمْلُوْءَتَانِ کُحْلًا کَحَّلَتْهُمَا اُمُّ سَلَمَةَ---[۲۴]

''رمضان شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے پاس یوں تشریف لائے کہ چشمانِ اقدس سرمہ سے بھری ہوئی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ سرمہ امّ المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے لگایا تھا''---

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے ساتھ ساتھ روزہ فاسد نہ ہونے کی علت، منفذ کا نہ ہونا بیان کیا ہے، جب کہ اب جدید میڈیکل سائنس نے ثابت کردیا ہے کہ آنکھ اور حلق کے درمیان منفذ موجود ہے۔ بہر حال یہ اختلافی مسئلہ ہے، جس کو جس طرف کے علماء پر زیادہ اعتماد ہو، وہ اسی پر عمل کرسکتا ہے۔ اختلافی مسائل میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

(جب حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ نے

بحالتِ روزہ سرمہ لگایا، پھر کسی ڈاکٹر یا طبیب کے قول کی کیا حیثیت ہے؟

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل امتی کے لیے دلیلِ جواز ہے۔[ادارہ]

نوٹ: آنکھوں میں لینز لگانے کے بارے میں بھی بالکل اسی طرح اختلاف ہے، جن کے نزدیک دوائی سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ان کے ہاں لینز لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، جب کہ دوسرے علماء کے نزدیک لینز لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

کورونا ٹیسٹ

روزے کی حالت میں کورونا ٹیسٹ کروانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ یہ ٹیسٹ ایک خشک آلہ سے آدمی کی ناک سے کچھ مواد لے کر کیا جاتا ہے، جس سے کوئی چیز معدہ یا دماغ میں نہیں جاتی۔

تراویح کے مسائل

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے التلخیص میں بیان کیا ہے:

أَنَّہٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صَلّٰی بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً لَّیْلَتَیْنِ ......---[۲۵]

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دو راتیں بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی، جب تیسری رات لوگ پھر جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف (حجرہ مبارک سے باہر) تشریف نہیں لائے۔ پھر صبح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہوا کہ (نماز تراویح) تم پر فرض کر دی جائے گی لیکن تم اس کی طاقت نہ رکھو گے''---

بلکہ اس سے واضح حدیث شریف مصنف ابنِ ابی شیبۃ میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالْوِتْرَ---[۲۶]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر ادا فرماتے تھے''---

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں، اسی لیے امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی سنن میں فرمایا:

''اکثر اہلِ علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیگر اصحاب سے مروی ہے اور یہی (کبار تابعین) حضرت سفیان ثوری، حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے اپنے شہر مکہ میں (اہلِ علم کو) بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا''---[۲۷]

''تراویح مرد و عورت سب کے لیے بالا جماع سنت مؤکدہ ہے، اس کا ترک جائز نہیں ہے''---[۲۸]

اس کا وقت عشاء کے فرض ادا کرنے کے بعد سے لے کر طلوعِ فجر تک ہے، وتر سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں اور بعد میں بھی، اسی لیے حکم ہے کہ اگر تراویح کی کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں اور امام وتر کے لیے کھڑا ہو جائے تو امام کے ساتھ وتر پڑھ لے، پھر رہنے والی رکعتیں مکمل کر لے۔[۲۹]

''اگر کوئی شخص فرض عشاء جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکا تو فرض عشاء تنہا پڑھ کر تراویح اور وتروں کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے''---[۳۰]

''جو نمازی فرض عشاء ادا کر چکا ہے اور تراویح بیس رکعت پوری نہ کیں، تو وہ جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے''---[۳۱]

تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن کرنا سنت مؤکدہ ہے، دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل، لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم قرآن کو ترک نہ کیا جائے، تراویح مسجد میں با جماعت پڑھنا افضل ہے، اگر عالم دین خود حافظ ہو، تو خود تراویح پڑھائے، ورنہ وہ باشرع حافظ جو سب سے درست قرآن پڑھنا جانتا ہو، اس کو امام بنایا جائے۔

رمضانی داڑھی والے کی امامت

مقدارِ شرعی داڑھی شریف ایک مشت (مٹھی بھر)، یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اور مقدارِ شرعی مٹھی بھر سے کم کروانا یا منڈوانا ناجائز ہے۔ مقدارِ شرعی سے داڑھی شریف

کم کروانے کی عادت بنانا فسق و گناہ ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

أَنَّ إِمَامَةَ الْفَاسِقِ مَکْرُوْھَةٌ تَحْرِیْمًا---[۳۲]

''تحقیق، فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے''---

حدیث شریف میں فاسق و فاجر کو امام بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وَ لَا یَؤُمَّ فَاجِرٌ مُؤْمِنًا---[۳۳]

''اور کوئی فاجر، فاسق مومن کا امام نہ بنے''---

رمضان المبارک میں محض نمازِ تراویح کے لیے داڑھی رکھنے اور آگے پیچھے داڑھی کٹوا دینے والے حفاظ کی امامت میں نہ فرض نماز جائز اور نہ نماز تراویح جائز۔ رمضانی داڑھی رکھنے والے ایسے حفاظ کو ہرگز ہرگز مصلیٰ امامت پر کھڑا نہ ہونے دیں۔

تراویح کی اجرت

حافظِ قرآن جو تراویح کی امامت کروائے تو اس کے لیے اگر اجرت کی شرط نہ لگائی جائے اور اہلِ محلّہ اپنی خوشی سے تراویح کی امامت کرنے والے قاری صاحب کی خدمت کریں، تو یہ ثواب کا کام ہے: قرآن مجید میں ہے:

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی---[۳۴]

''نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو''---

حافظِ قرآن جب تراویح پڑھائے تو صاحبِ استطاعت لوگ اس کو معاشی پریشانی سے مستغنی کر دیں تو یہ بھی اعانت علی البر ہے، کہ وہ دل جمعی سے قرآن کی تلاوت کرے گا اور نماز پڑھائے گا۔

قرآن مجید پر اجرت دینے کے حوالے سے بخاری شریف میں بالفاظِ متقاربہ روایت موجود ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے؛ عہدِ حاضر کے عظیم مفسر، محدث اور محقق حضرت علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نعمۃ الباری شرح صحیح بخاری، جلد ۹ میں فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ اگر نفسِ قرآن مجید پڑھنے کا معاوضہ نہ طے کیا جائے، بلکہ خاص قیود کے عوض معاوضہ طے کیا جائے؛ مثلاً فلاں جگہ، فلاں وقت،

فلاں شخص کے لیے ایصالِ ثواب کیا جائے، سو! ان قیودات کے عوض لینا جائز ہے۔
دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والا نفسِ قرآن کی اُجرت نہ لے، بلکہ قرآن پڑھنے سے اس کو جو تھکاوٹ ہوئی ہے، اس کے ازالہ کے لیے معاوضہ لے۔
تیسری صورت یہ ہے کہ وہ قرآن کا معاوضہ تو نہیں لیتا لیکن اس وقت اگر وہ کوئی کارِ معاش کرتا تو اس کا جو معاوضہ ملتا، وہ لیتا ہے، اسی تاویل سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابو بکر اور دیگر خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کو کارِ خلافت اور امامت کی اجرت دی اور اسی تاویل سے نماز کی امامت کی اُجرت دی جاتی ہے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قاری لِلّٰہ فِی اللّٰہ قرآن مجید پڑھے اور پڑھوانے والا للّٰہ فِی اللّٰہ بلا تعیین کچھ خدمت کر دے اور آج کل اسی کا رواج ہے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ علامہ آلوسی اور دیگر علماء نے درج ذیل حدیث کے پیشِ نظر قرآن مجید کی اجرت لینے کو جائز کہا ہے، وہ حدیث یہ ہے: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ---[۳۵]

''جن چیزوں پر اُجرت لی جاتی ہے، ان میں سب سے زیادہ اُجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے''---[۳۶]

حوالہ جات

۱...... البقرۃ،۲:۱۸۳
۲......صحیح بخاری:۱۹۰۴/صحیح مسلم:۱۱۵۱
۳...... البقرۃ،۲:۱۸۷
۴......فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲، ص:۳۹۹
۵......صحیح بخاری:۱۹۱۵
۶......صحیح بخاری:۱۹۲۳/صحیح مسلم:۱۰۹۵
۷......صحیح ابن حبان:۳۴۶۷، باب ذكر مغفرة جل وعلا......، طبع مؤسسة الرسالة
۸......صحیح بخاری:۱/صحیح مسلم:۱۹۰۷
۹......صحیح بخاری:۱۹۵۷/صحیح مسلم:۱۰۹۸
۱۰......سنن اَبی داوٗد:۲۳۵۳/مسند اَحمد:۹۴۹۳/صحیح ابنِ حبان:۳۵۱۵
۱۱......سنن اَبی داوٗد:۲۳۵۶/سنن ترمذی:۶۹۶/مسند اَحمد:۱۲۶۷۶/صحیح ابنِ حبان:۳۵۰۳

۱۲......سنن أبي داؤد:۲۳۵۷/سنن دار قطنی:۲۲۰۵/مسند أحمد:۱۲۵۴۱/صحیح ابن حبان:۳۵۰۹

۱۳......سنن أبي داؤد:۲۳۵۸/سنن نسائی کبریٰ:۳۳۱۹/مسند دارمی:۱۷۲۹

۱۴......صحیح بخاری:۱۹۰۳ ۱۵......صحیح بخاری:۱۸۹۴/صحیح مسلم:۱۱۵۱

۱۶......مسند أحمد:۸۶۹۳/سنن ابن ماجہ:۱۶۹۰ ۱۷......صحیح بخاری:۲۸۹۰/صحیح مسلم:۱۱۱۹

۱۸...... البقرة،۲:۱۸۴ ۱۹......صحیح مسلم:۱۱۴۶

۲۰......صحیح بخاری:۳۲۱/صحیح مسلم:۳۳۵

۲۱......فتاویٰ شامی، ج:۶،ص:۳۶۶، دار الثقافة دمشق

۲۲......فتاویٰ عالم گیری، ج:۱،ص:۲۰۶، کتاب الصوم

۲۳...... ہدایہ، ج:۱،ص:۲۲۸، کتاب الصوم، مکتبة الحرمین لاہور

۲۴...... بدائع الصنائع، ج:۲،ص:۲۴۴، کتاب الصوم، فصل فساد الصوم، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

۲۵...... التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، حدیث:۵۴۰، دار الکتب العلمیة

۲۶...... المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الصلاة، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة، حدیث:۷۶۹۲

۲۷...... اخرجه الترمذی فی السنن، کتاب الصوم عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی قیام شهر رمضان، حدیث:۸۱۷

۲۸...... بہارِ شریعت، حصہ چہارم، تراویح کا بیان

۲۹...... بہارِ شریعت، جلد اوّل، ص۶۸۹، طبع مکتبة المدینه

۳۰......کبیری/فتاویٰ نوریہ ۳۱......فتاویٰ نوریہ

۳۲...... حاشية الطحطاوی، ص:۳۰۲ ۳۳......ابنِ ماجہ:۱۰۸۱

۳۴...... المائدة،۵:۲ ۳۵......صحیح بخاری:۵۴۰۵

۳۶...... نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، ج:۹،ص:۱۷۰

❀❀❀❀❀

وفیات

حضرت مولانا نذر محمد نوری

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے قدیم فاضل اور حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص مرید مولانا الحاج نذر محمد نوری (ساہیوال) بھی راہئ ملکِ بقا ہو گئے۔ وہ دارالعلوم کے قدیم اور مخلص فضلاء میں سے تھے، 1933ء کو موضع مہالم، ضلع فیروز پور (انڈیا) میں پیدا ہوئے، ان کے والد گرامی مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نیک سیرت عالم دین تھے۔ 1947ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور بصیر پور شریف کے قریب موضع کوئیکی جاگیر میں امامت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ انھوں نے اپنے صاحبزادے مولانا نذر محمد کو حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تعلیم کے لیے وقف کر دیا۔ اوّل تا آخر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں تعلیم پائی۔

1960ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ تحصیل بورے والا میں کئی مقامات پر دینی خدمات انجام دینے کے بعد چند سال کراچی میں بھی خطیب رہے۔ کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں بھی مقیم رہے۔ گزشتہ چند سالوں سے ساہیوال کے نواح میں امامت و خطابت اور درس و تدریس میں مصروف تھے۔ تحریکِ پاکستان، تحریکِ ختم نبوت اور تحریکِ نظام مصطفیٰ میں مقدور بھر حصہ لیا، حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں 1972ء اور 1980ء میں حج و زیارتِ مدینہ منورہ سے سرفراز ہوئے۔ ایک بار شیخ و مرشد کی معیت میں حج اکبر ادا کیا۔ وہ تہجد گزار، ملن سار، خوش اخلاق اور نہایت صالح انسان تھے۔ ان کے بڑے بیٹے نور محمد نوری، محکمہ ڈاک خانہ جات ساہیوال میں سروس کرتے ہیں، عمر کا آخری حصہ انہی کے پاس قیام پذیر رہے۔ وہ اپنی مادرِ علمی اور اپنے شیخ کریم رحمۃ اللہ علیہ کے سچے محبین میں سے تھے، ضعف پیری کے باعث کئی امراض کا شکار تھے۔ دم آخر چہرے پر مسکراہٹ اور خاص نورانی کیفیت تھی، اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

ان کے علاوہ گزشتہ دنوں ● مولانا احمد علی نوری، فاضل دارالعلوم (موضع محمد پور جاگیر) سابق خطیب سبزی منڈی پاک پتن شریف ● علامہ محمد عارف نوری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور) کی اہلیہ محترمہ اور مولانا محمد نعیم عارف نوری رحمۃ اللہ علیہ اور ندیم عارف (سبزہ زار، لاہور) کی والدہ محترمہ ● مولانا محمد آصف قمر نوری (غازی آباد، چیچاوطنی) کی والدہ محترمہ اور پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری (گوجرانوالا) کی پھوپھی جان ● علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ ● مولانا محمد ارشد نوری (دی ون انٹر پرائزز، لاہور) کی والدہ محترمہ ● سردار شوکت علی نوری، وائس چیئرمین (چک 15/S.P) کی ہمشیر ● چودھری عبدالمجید نوری اور چودھری منیر احمد نوری (چک 55/E.B عارف والا) کی والدہ محترمہ ● مولانا خواجہ محمد رفیق (رسول پور) کا بیٹا ● محترم حق نواز نوری (چک 11/1.L، اوکاڑہ) ● مولانا غلام مجتبیٰ نوری (نور پور، ساہیوال) کے تایا جان ● محمد اشرف نوری (گیلانی چوک، بصیر پور) کی والدہ محترمہ اور ● مولانا حافظ محمد اعظم نوری (چک 59/G.B جڑانوالا) کی بیٹی مسافرانِ آخرت میں شامل ہو گئے--- اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سیّد المرسلین صلّی اللّٰہ و سلّم علیہ و علٰی آلہٖ و اصحابہ اجمعین

رمضان المبارک کا آخری عشرہ

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

یوں تو رمضان المبارک کا تمام مہینا ہی سراسر خیر اور برکتوں کا بحرِ بے کنار ہے، انعامات وسعادت کا کبھی نہ خشک ہونے والا سرچشمہ اور عطائے ربانی کا مظہر ہے، لیکن اس کے آخری نو، دس دن ایمان داروں کے لیے خصوصی انہماک وتوجہ کے دن ہیں۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِیْزَہٗ و اَحْیٰی لَیْلَہٗ وَ اَیْقَظَ اَھْلَہٗ---[بخاری، جلد۱، صفحہ۲۷۱/مسلم، جلد۱، صفحہ۳۷۲]

''جب آخری عشرہ کا آغاز ہوتا تو (عبادت وریاضت کے لیے) کمر بستہ ہو جاتے، ساری رات بیدار رہتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے''---

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے امت کی رہنمائی فرمائی کہ وہ پردۂ غفلت سے نکل کر کیف وسرور، ذوق وشوق اور سوز ومستی کے ساتھ ان ایام کو گزار سکے۔ اعتکاف اور لیلۃ القدر کا تعلق انہی ایام سے ہے۔

اعتکاف

اعتکاف کے شرعی معنی ہیں مسجد میں ذکر الٰہی کی نیت سے ٹھہرنا۔ اور اس نیت سے ٹھہرنے والے کو معتکف کہتے ہیں۔ بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے لے کر عید کا چاند ہو جانے تک مسجد میں اعتکاف کرنا مسلمانوں پر سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔

- ......تمام شہر کے مسلمانوں میں سے کسی ایک نے اعتکاف کر لیا تو سب محلے یا شہر والے بری، ورنہ سب ترکِ سنت کے مرتکب اور گنہگار ہوں گے۔
- ......معتکف کو بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے اور پھر عید کا چاند ہو جائے تو نکلنا چاہیے اور اگر شب عید بھی مسجد میں قیام کرے اور عید پڑھ کر گھر جائے تو بہت زیادہ اجر پائے۔

- ......مرد کے اعتکاف کے لیے مسجد ضروری ہے، جب کہ عورتیں اپنے گھر میں اعتکاف کے لیے کوئی جگہ مخصوص کرلیں۔عورت کے لیے مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے۔
- ......معتکف کے لیے مسجد سے بغیر عذر نکلنا جائز نہیں، یوں ہی عورت بھی اعتکاف کی جگہ سے نہ نکلے۔مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں:

1. طبعی، جیسے پیشاب، پاخانہ، استنجا و طہارت، غسل فرض اور وضو۔
2. شرعی، جیسے اگر اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں نماز جمعہ کے لیے جانا۔

مریض کی عیادت یا غسلِ فرض کے علاوہ محض نفاست یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کی غرض سے مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔معتکف کو مسجد میں کھانا، پینا جائز ہے، مگر اس کو آلودہ نہ کرے۔

شب قدر

سال بھر میں کوئی ایک رات یا اکثر علماء کے قول کے مطابق رمضان شریف کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں (یعنی ۲۱ویں، ۲۳ویں، ۲۵ویں، ۲۷ویں اور ۲۹ویں) میں ایک رات ایسی باعظمت ہے جو قرآن مجید کی رو سے ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے۔اسی رات قرآن پاک لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل ہوا۔حدیث پاک میں ہے:

”جو شب قدر میں ایمان واخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں“---[بخاری شریف، کتاب الایمان، حدیث:۳۵]

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ! اگر میں شب قدر کو جان لوں تو اس رات کو کیا پڑھوں؟ فرمایا، یہ عرض کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ---

”الٰہی! تو معاف فرمانے والا ہے، عفو و درگزر کو پسند فرماتا ہے، مجھے بھی معاف فرما دے“---

اکثر صحابہ و تابعین اور بزرگانِ دین کے نزدیک رمضان کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔ اگر خدا توفیق دے تو آخری عشرۂ رمضان کی تمام راتوں یا کم از کم طاق راتوں میں شب بیداری کی جائے۔رب کریم عزوجل ہمیں اس شہرِ مبارک---رمضان کریم---کی رحمتوں، بالخصوص اس کے آخری عشرے کے فیوض و برکات سے بہرہ یاب فرمائے---

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

❁❁❁❁❁

مسائلِ عیدالفطر

حضرت مفتی ابوالافضل محمد اجمل نوری رحمۃ اللہ علیہ

حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

إِنَّ لِلّٰہِ فِیْ أَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٌ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَھَا---

’’تمہارے ایامِ زندگی میں تمہارے رب کی طرف سے رحمت کے جھونکے ہیں،
خبردار ان کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرو‘‘---

نفحاتِ رحمت کے اوقات سے عظیم الشان اور نمایاں حیثیت کا حامل ماہ رمضان ہے۔ یہ ماہ مبارک صیام و قیام کی خصوصیت کے لحاظ سے دن رات بندۂ مومن کو خاص عبادت میں مصروف رکھتا ہے، حتیٰ کہ روزے دار کا سونا اور چپ رہنا بھی عبادت ہے۔ بندہ مومن فرمانِ خداوندی:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَ أَنَا أَجْزِیْ بِہٖ---

’’روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا سے نوازوں گا‘‘---

اور بروایت دیگر:

’’روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا بنوں گا‘‘---

کی نوید جاں فزا سے تمام ماہ رمضان میں سرگرم عمل رہتا ہے کہ اس جزائے خاص سے مشرف ہو۔
ان نفحاتِ رحمت کے اوقات سے ہی عیدالفطر کا دن بھی خاص اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ اس دن روزے دار کے لیے خاص انعام فرمایا جاتا ہے اور بندۂ مومن کو اجر و ثواب اور انعام کی اہمیت کا اندازہ،

اگراس عمل کے لحاظ سے کریں، جس پر یہ مرتب ہوتا ہے، تو وہ عمل روزۂ رمضان ہے، جس کی وجہ سے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ لہٰذا اس عمل پر مرتب ہونے والا اجر وانعام بھی نہایت عظمت ورفعت والا ہے اور اگر منعم کے اعتبار سے دیکھیں تو بھی اس کی عظمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ جب حاتم طائی مٹھی بھر شکر مانگنے والے کو شکر کی بوریا دیتا ہے تو کائنات عالم کے خالق ومالک رب العالمین ارحم الراحمین کی عطاؤں کا اندازہ کیسے ہو۔

صدقۃ الفطر

عیدالفطر کے دن طلوع فجر کے ساتھ بندۂ مومن پر صدقۃ الفطر کا ادا کرنا واجب ہوجاتا ہے، تاکہ روزے خاص محل قبولیت میں پہنچ جائیں، کیوں کہ حدیث پاک میں ہے کہ جب تک صدقۃ الفطر ادا نہ کیا جائے، روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں۔ ایک اور حدیث پاک میں صدقۃ الفطر کو طُھْرَۃً لِّلصِّیَام یعنی روزے کو لغو باتوں سے پاک کرنے والا فرمایا گیا ہے تو جب صدقہ خلوص نیت سے ادا کیا جائے گا تو روزے خاص مقبول ہوں گے اور اس قبولیت کی بنا پر ہی اجر وثواب اور انعام مرتب ہوتا ہے۔

جو آزاد مکلّف مسلمان ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی مالیت کا سامان حاجاتِ اصلیہ سے زائد رکھتا ہو، اگرچہ اس مال پر سال نہ گزرا ہو، پس عیدالفطر کے دن طلوع فجر کے وقت جس مرد کے پاس اتنی مالیت ہو، اس مرد پر اپنا اور اپنی نابالغ غریب اولاد کا صدقہ ادا کرنا واجب ہے۔ جب کہ بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے صدقہ کی ادائیگی اصالۃً خود ان پر واجب ہے۔ ہاں! اگر آدمی تمام اہل خانہ کی طرف سے ادا کرے تو ادا ہوجائے گا، مہمان وغیرہ کا صدقہ بھی خود مہمان پر ہی واجب ہے، میزبان پر نہیں۔

صدقۃ الفطر میں گندم نصف صاع (دوسیر تین چھٹانک چھ ماشہ، یعنی تقریباً دوکلو پچاس گرام) اور اگر جَو ہوں تو اس سے دوگنے یا ان کی قیمت ادا کی جائے۔ جو مالک نصاب نہ ہوں ان کو یہ صدقہ دیا جاسکتا ہے اور اگر دینی طلباء کو دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ نماز عید سے پہلے یہ فطرہ ادا کرنا واجب ہے، اگر کوئی ماہ رمضان میں یا اس سے پہلے ہی ادا کردے تو جائز ہے، اگر کوئی نماز عید ادا نہ کرے تو ساقط نہیں ہوتا، بلکہ ذمہ میں واجب الادا ہے۔

مسنونات عید

نماز عید سے پہلے مسواک اور غسل کرنا مسنون ہے، یوں ہی کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھانا،

اپنی طاقت کے اعتبار سے اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا بھی داخل سنت ہے۔عید گاہ کو جاتے ہوئے آہستہ آہستہ ذکر خدا، تکبیر وتحمید اَللّٰہُ أَکْبَرُ ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ ، لَا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ ، وَ اللّٰہُ أَکْبَرُ ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ میں مصروف رہنا، ایک راستے سے جانا دوسرے راستے سے واپس آنا، مصافحہ اور معانقہ سے انعام خداوندی پر اظہار مسرت کرنا مسنون و مستحسن ہے۔

احکام عید

عید کے دن عید سے پہلے نفل نہیں، یوں ہی عید گاہ میں نماز عید سے قبل یا بعد نفل نہیں۔ نماز عید کے لیے اذان وتکبیر نہیں، شہروں اور قصبوں میں جہاں جمعہ فرض ہے، وہاں عید واجب ہے۔ دیہات میں نماز عید نفلی ہوتی ہے، نماز عید کے لیے جماعت ضروری ہے اور ایک عید گاہ میں اس کا تکرار نہیں ہے۔نماز عید کی دو رکعتوں میں چھ زائد تکبیریں ہوتی ہیں۔اس طرح پہلی رکعت میں سبحانك اللھم پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کانوں کے برابر کر کے چھوڑ دیے جائیں، دوبارہ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑے جائیں، تیسری مرتبہ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لیے جائیں اور امام قراءت پڑھے، مقتدی خاموشی سے سنیں۔حسب دستور باقی نماز ادا کرتے جائیں۔ دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے ہی قراءت پڑھی جائے، سورت کے بعد ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑے جائیں، اسی طرح تینوں تکبیریں کہی جائیں، پھر چوتھی تکبیر ہاتھ اٹھائے بغیر کہہ کر رکوع کیا جائے، نماز سے فارغ ہو کر مقتدی اپنی جگہ پر بیٹھیں اور امام خطبہ دے، یہ دو خطبے عید کی نماز کے بعد سنت ہیں۔بعدہ دعا کی جائے، یہ وقت خاص رحمتوں کے نزول کا ہے، بعد میں مومنین عطائے انعام پر خوشیاں منائیں اور ایک دوسرے کو ملیں اور مبارک بادیاں دیں۔

شوال کے روزے

عید الفطر کا دن خاص انعام الٰہی کا دن ہے، لہٰذا اس دن روزہ رکھنا منع ہے۔البتہ اس کے بعد چھ روزے بہت فضیلت والے ہیں۔جو آدمی ماہِ رمضان میں روزے رکھے اور بعد میں شوال کے چھ روزے رکھے، اسے تمام سال کے روزوں کا ثواب ہے، کیوں کہ نیکی پر کم از کم دس مثل اجر ہے۔ تو ماہ رمضان دس مہینے کے برابر ہوا اور بعد والے چھ دن، ساٹھ دنوں کے یعنی دو ماہ کے برابر ہو گئے۔ گویا پورے بارہ ماہ ہی روزے رکھے گئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے طویل سلام میں سے رمضان المبارک اور شوال میں وصال فرما جانے والی چند بہترین شخصیات پر

لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد دُرود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

اُن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
شیرِ غُرّانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

اُن کے ہر نام و نسبت پہ نامی دُرود
اُن کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

اُن کے مولا کے اُن پر کروروں دُرود
اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اُس رِدائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ زاہرہ ، طیّبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

سَیِّما پہلی ماں ، کہفِ امن و اماں
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی
اُس حریمِ براءت پہ لاکھوں سلام

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
اُن کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام

وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
اُس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

مرتضٰی شیرِ حق ، اشجع الاشجعین
ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

اوّلیں دافعِ اہلِ رَفض و خروج
چارمی رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
تا ابد اہلِ سنت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں! رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مقدس

مرکزِ علم و عرفان دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف

کا سالانہ اجلاس مؤرخہ: ۱-۲ر جنوری ۲۰۲۵ء

صاحبزادہ علامہ محمد طیب نوری

بعض شخصیات دوہرے کردار کی حامل ہوتی ہیں، جن کا ایک رُخ نہایت دِل کش اور دل آویز ہوتا ہے، جسے عوام دیکھتے ہیں، جو تصنع، ملمع کاری اور ریاکاری کے دبیز پردوں میں چھپا ہوتا ہے اور دوسرا گھناؤنا، پُرفریب اور مکروہ رُخ، جو عوام الناس کی نگاہوں سے مستور ہوتا ہے۔

چوں بہ خلوت می روند آں کارِ دیگر می کنند

لیکن ایسے لوگوں کے مصنوعی چہرے سے ملمع جلد اتر جاتا ہے اور جتنی جلدی نقشۂ عقیدت دل و نگاہ پر جمتا ہے، اس سے کہیں زیادہ سرعت سے مٹ بھی جاتا ہے۔

اعلیٰ و ارفع اور عظیم شخصیت وہی ہوتی ہے جس کا ظاہر و باطن، قالب و قلب اور جلوت و خلوت تضاد سے پاک ہو، بلکہ قلب، قالب سے زیادہ مصفّٰی، باطن ظاہر سے زیادہ مزکّٰی و مجلّٰی اور خلوت، جلوت سے زیادہ دل کش اور دل آویز ہو۔ اس معیارِ میزان پر پرکھیں تو صاحبِ عرس حجۃ الاسلام حضرت فقیہ اعظم پیر خواجہ ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی قادری لَا زَالَتْ شُمُوْسُ فُیُوْضَاتِہٖ بَازِغَۃً کی شخصیت ممتاز و منفرد نظر آتی ہے۔

شیخِ طریقت، واقفِ اسرارِ حقیقت، صاحبِ بصیرت، نائبِ غوث الوریٰ، قدوۃ الصلحاء،

عمدۃ الاتقیاء، سراج الاصفیاء، تحقیق و تفحص میں ممتاز، بحرِ علم کے غواص، فیضانِ گنبد خضراء کے قسیم، مظہر نورِ قدیم، عشق و مستی میں قلبِ سلیم، علم و حکمت میں جسیم، اجتہاد و فقہ میں فرد عظیم، فردوسِ بریں میں مقیم، صحیح معنوں میں انسان ہونے کے ناتے شاعر مشرق کے افکار کی عملی تفسیر اور ان کے خوب صورت اشعار کی عملی تعبیر تھے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن   گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن   قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن

ہمسایۂ جبریلِ امیں بندۂ خاکی   ہے اس کا نشیمن نہ بخارا، نہ بدخشاں

آپ کائناتِ ارض وسما کو منور کرنے والی ذاتِ پاک کا زمین والوں پر ایسا انعام تھے جن کے نورِ علم سے ایک جہان منور ہو گیا۔ بلاشبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ علمی دنیا میں استخراج و استنباط، فقاہت و ثقاہت اور مجتہدانہ بصیرت میں ایک ایسے چمکتے ہوئے موتی اور ستارے کی حیثیت رکھتے ہیں، جس کی روشنی سینۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلنے والی نور کی کرنوں سے ہے، جو حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے بالواسطہ اور بلاواسطہ فیض لینے والے ہیں، جن پر شرق و غرب کے فتنے اثر انداز نہ ہو سکے۔ ایسی علمی و عمل کی جامع شخصیت یقیناً اسم با مسمیٰ اور نورٌ علیٰ نور رہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ علمی دنیا میں ایسا رفیع الشان مقام رکھتے ہیں کہ آپ کے اساتذہ بھی آپ کو ''فقیہ اعظم'' کہتے۔ برصغیر کے مشاہیر علماء و مشائخ شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی، مفسر قرآن ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، مناظر اسلام علامہ غلام مہر علی، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی اور مفتی غلام سرور قادری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم جیسے جید و ممتاز علماء و مفتی حضرات مستفتیان میں شامل ہیں۔

استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''مجددِ وقت'' قرار دیا، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''آیۃ من آیات اللہ'' کہہ کر یاد کیا، جب کہ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی اور شہباز خطابت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت فقیہ اعظم کو ''دورِ حاضر کا امام ابوحنیفہ'' قرار دیا۔

ان ساری عظمتوں کے باوجود عاجزی وانکساری کا عالم یہ تھا کہ سادہ لباس، بامعنی اور پُرمغز گفتگو، سادہ رہن سہن، سادہ طرزِ زندگی اور ظاہر و باطن ایک۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی

آپ کے ملتسبینِ علم وفضل، مریدین ومحبین اپنے مقتدا ومربی کے لیے حاضرانہ وغائبانہ سراپا نیاز ہیں۔ ان کے شکوہِ علمی اور عظمت وکردار کے سامنے سرنگوں ہیں اور جوں جوں وقت گزرتا جارہا ہے، آپ کے فیض میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ لوگوں کی عقیدتیں بڑھتی جارہی ہیں اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ بھی ''وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی '' اور ''حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ '' کے مظاہر افراد میں سے تھے۔ عقیدتوں میں اضافہ اور لوگوں کا پروانہ وار جمع ہونا آپ کے فیض کے جاری ہونے پر گواہی دیتا ہے۔ بقول علامہ اقبال:

بوئے گل خود بہ چمن راہ نما شد زِ نخست

ورنہ بلبل چہ خبر داشت کہ گل زارے ہست [پیامِ مشرق]

حضرت سیدی ومرشدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے علم وعرفان اور بصیرت کی اساس عشقِ رسول پر مبنی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی شخص عالم کہلانے کا مستحق نہیں بن سکتا جب تک اس کے علم کا ہر نقطہ ذاتِ رسول ﷺ کا طواف نہ کرے اور ''فتاویٰ نوریہ'' شریف، جسے حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ''عِلْمٌ یُّنْتَفَعُ بِہٖ '' کے طور پر چھوڑ گئے، اس کی چھ ضخیم جلدیں گواہ ہیں کہ اس مردِ حق نے محبتِ رسول ﷺ اور دفاعِ رسالت کا وہ منصب ادا کیا ہے، جو اسلاف کا شیوہ تھا۔ فتاویٰ نوریہ شریف کا ہر ہر صفحہ پکار رہا ہے کہ اس تحریری کاوش کا مقصود مفتی کا لقب یا خطاب لینا نہیں، یہ تو محبتِ رسول ﷺ کا قرض ہے:

میں تو بس دین کا مفہوم یہی سمجھا ہوں

اپنے ہر کام میں آقا ﷺ کی رضا کو دیکھوں

اس عشقِ رسول ﷺ کی شمع کو روشن کرنے کے لیے آپ نے بصیر پور شریف ایسے دور اُفتادہ اور بنیادی سہولیات سے محروم چھوٹے سے قصبے میں علم وحکمت کا فانوس اور مرکز ''دارالعلوم حنفیہ فریدیہ'' قائم کیا، جس کا شمار عالم اسلام کی عظیم درس گاہوں میں سرفہرست ہے۔ یہ ادارہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عزم واستقلال اور ہمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں

زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

حضرت سیدی فقیہ اعظم نَوَّرَ اللّٰہُ بِہٖ قُلُوْبَنَا بِالْاِیْقَان کا قائم کردہ مرکز علم وعرفان

''دارالعلوم حنفیہ فریدیہ'' بحمد اللہ تعالیٰ قریباً 87 سال سے علوم اسلامیہ کی اشاعت میں مصروفِ عمل ہے۔ ہر سال علماء وفضلاء اور حفاظ کی ایک معتد بہ تعداد علوم وفنون کی تکمیل کر کے خدمتِ دینِ متین کی ذمہ داریاں سنبھالتی ہے اور یہ صدقۂ جاریہ تا قیامت تشنگانِ علم اور وارفتگانِ شوق کے لیے سرچشمۂ ہدایت اور منبعِ فیض بنا رہے گا۔ حضرت سیدی فقیہ اعظم مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِفُیُوْضَاتِہٖ سے فیض یافتگان علماء، مبلغین، محققین، مصنفین اور مدرسین، جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ملکی اور عالمی سطح پر تدریسی، تحریری، تقریری، علمی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔

بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت فقیہ اعظم سَلَّمَنَا اللّٰہُ الْقَوِیُّ بِاَنْوَارِہٖ نے علمی وفقہی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اسلاف کی طرز پر ایسا صاف ستھرا خانقاہی نظام قائم کیا، جس کی بدولت ہزاروں گمراہوں کو ہدایت ملی۔ یہ خانقاہ اب بھی مرکزِ طریقت اور آپ کے جانشین ''وَلَدٌ صَالِحٌ'' جگر گوشۂ قطبِ زماں، مخدوم المشائخ، پیر طریقت، رہبر شریعت، عارفِ کامل، عالم ربانی، اِمَامُ الْمُحَدِّثِیْن فِیْ عَصْرِہٖ، شیخ الاسلام حضرت صاحبزادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری قادری مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِطُوْلِ بَقَائِہٖ سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ، مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی سرپرستی وسربراہی میں تشنگانِ علم ومعرفت کی سیرابی کا ذریعہ بنا ہوا ہے، جو کہ اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ دینِ اسلام کی خدمت اور اس گلشنِ فقیہ اعظم کی آبیاری کے لیے وقف کر چکے ہیں:

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں ، میں اسی لیے نمازی
خونِ دل دے کے نکھاریں گے رخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

حضرت قبلہ فقیہ اعظم مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِفُیُوْضَاتِہٖ کا سالانہ عرسِ مقدس اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کا سالانہ اجلاس ہر سال ۱،۲/رجب المرجب کو منعقد ہوتا ہے، جس میں وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ملک کے نامور علماء ومشائخ قرآن وسنت کے نور سے مزین اور دلائل وبراہینِ عقلیہ ونقلیہ سے آراستہ مواعظ حسنہ سے لوگوں کے دلوں کو مستفیض کرتے ہیں، جس سے توبہ کا جذبہ اور عمل کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ بزرگانِ دین کے اعراس میلوں، ٹھیلوں کا روپ

دھار چکے ہیں، لیکن یہ عرس واجلاس محض روایتی میلہ یا اجتماع نہیں، بلکہ خالص علمی وروحانی پروگرام ہے، جس میں شرعی تقاضوں کوملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ تلاوت قرآن مجید، ذکر الٰہی، نعت خوانی، عقائد، احکامات اور معاملات کے بارے میں علماء ومشائخ کے خطابات ہوتے ہیں۔ خطباء کو باقاعدہ موضوعات دیے جاتے ہیں، جس سے ایک طرف حاضرین کی ذہنی وفکری تربیت ہوتی ہے، تو دوسری طرف انہیں روحانیت اور عشق کی چاشنی نصیب ہوتی ہے اور یوں عرس واجلاس کی کارروائی ایک تربیتی ورکشاپ کی طرح آگے بڑھتی رہتی ہے، جس کی تمام سرگرمیاں بڑی جامع اور ہمہ پہلو ہوتی ہیں۔ ایسی ایمان افروز تقاریب میں حاضری ہمارے اور ہماری اولادوں کے لیے رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہے۔

امسال حضرت فقیہ اعظم اَنَارَ اللّٰہُ بِہٖ قُلُوْبَ الْمُوْمِنِیْن کا ۴۳واں سالانہ عرس مبارک اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کا ۸۶واں سالانہ اجلاس دستارِفضیلت وتقسیم اسناد مورخہ ۱-۲/جنوری، بروز بدھ، جمعرات انتہائی احترام واحتشام سے منعقد ہوا۔ فضلائے دارالعلوم اور وابستگان حضرت فقیہ اعظم کی طرف سے مختلف مقامات پر عرسِ مقدس میں شمولیت کے انتظامات کو حتمی شکل دینے کے لیے مجالسِ مشاورت قائم کی گئیں۔ سیکڑوں مساجد میں جمعۃ المبارک کے موقع پر حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی حیات وخدمات پر گفتگو کی گئی۔ فلیکسز، سوشل میڈیا، واٹس ایپ، فیس بک، میسنجر وغیرہ ذرائع سے مناسب تشہیر کی گئی۔ محترم پیر محمد ضیاء الحق نقشبندی کی میزبانی میں نیوز ون چینل کے پروگرام ''دین ودنیا'' میں حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی خدمات پر خصوصی گفتگو ہوئی، جس میں حضرت جانشین فقیہ اعظم شیخ الحدیث والتفسیر علامہ صاحبزادہ مفتی پیر محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی، حضرت علامہ پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری اور ڈاکٹر پروفیسر طاہر حمید تنولی نے اس حوالے سے انتہائی جامع اور پُر اثر گفتگو فرمائی، جو مورخہ ۳۰ اور ۳۱/دسمبر ۲۰۲۴ء کو دو اقساط میں نشر ہوا، جب کہ روزنامہ 92 نیوز میں حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے خصوصی مضمون شائع ہوا۔

عرس مقدس کے موقع پر نزاکتِ حالات اور حاضرین کی طمانیتِ قلب کے لیے سکیورٹی کے غیر معمولی انتظامات کیے گئے۔ حضور سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُر انوار، دارالعلوم کی تین منزلہ وسیع وعریض اور عالی شان عمارت، مسجد نور اور اس سے ملحقہ پلاٹوں، ملحقہ گلی کوچوں کو

خوبصورت لائٹوں اور قمقموں سے مزین کر دیا گیا۔ کمپیوٹرائزڈ نظام کے تحت رنگا رنگ جلتے بجھتے بجلی کے قمقموں سے عرس مبارک کے حوالے سے خیر مقدمی کلمات، آرائشی محرابیں، لعل و یاقوت کا عکس بکھیرے ہفت رنگ جلووں کا نظارا قابلِ دید تھا۔

عرس سراپا قدس و اجلاس کی ایمان افروز، وجد آفرین ساعتوں کو الفاظ کی تنگنائیوں میں قید کیا جا سکتا ہے، نہ قلم و قرطاس ان کیف آفرین لمحات کو بیان کرنے کی سکت رکھتے ہیں۔

اِک اعلیٰ آستاں ہے اور میں ہوں
بہاروں کا سماں ہے اور میں ہوں
فقیہ ابنِ فقیہ ہیں صدرِ محفل
یہ بزمِ نوریاں ہے اور میں ہوں [راقم]

اختصار کے ساتھ واقعاتی روداد درج ذیل ہے:

یکم جنوری ۲۰۲۵ء، بروز بدھ

عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز حضرت قبلہ فقیہ اعظم نَوَّرَ اللّٰهُ قُلُوْبَ الْخَلَائِقِ بِنُوْرِ شَمْسِ عُلُوْمِهٖ کے دربار گوہر بار میں قرآن خوانی سے ہوا۔ 9:30 بجے صبح ختم دلائل الخیرات شریف، ختم غوثیہ شریف اور غسل مزار مبارک کی روح پرور تقریب ہوئی اور جانشین حضرت فقیہ اعظم زید مجدہ کی دعا سے اس کا اختتام ہوا۔

نشست اوّل

نماز ظہر تقریباً 12:25 بجے ادا کی گئی اور نشستِ اوّل اعلان کے مطابق 12:40 بجے مولانا قاری عامر سلیم نوری (دیپال پور) فاضل دار العلوم حنفیہ فریدیہ کی تلاوت سے شروع ہوئی۔

مولانا محمد نعمان نوری اور عارف والا سے پروفیسر ڈاکٹر حافظ معاذ احمد نوری کے ساتھ آئے ہوئے نعت خواں محترم شہزاد احمد فریدی نے گل ہائے عقیدت پیش کیے جب کہ مولانا محمد عدنان نوری (متعلم دار العلوم حنفیہ فریدیہ)، مولانا غلام رسول نوری، کوٹ رادھا کشن نے ''میلادِ مصطفیٰ ﷺ''، مولانا محمد جمیل نوری، عبد اللہ شوگر ملز نے ''عظمتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم''، مولانا شیر محمد نقشبندی، لاہور نے ''فضیلتِ علم و علماء''، مولانا محمد عثمان جامی، قصور نے ''معراج النبی ﷺ'' کے عنوانات پر بہترین خطابات فرمائے۔ ان کے بعد مولانا پیر

سیف اللہ شاہ قادری، گوجرانوالا نے ''عقائد اہلِ سنت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ آخر میں شہنشاہِ خطابت، خطیبِ عرب وعجم حضرت علامہ پیر سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند بیرسٹر پیر سید وسیم الحسن شاہ کرسیٔ خطابت پر جلوہ افروز ہوئے تو ان کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ ہوگئی۔ آپ نے علمی، فکری، خوبصورت اشعار سے مزین، اپنے مخصوص انداز میں ''عشقِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اِک شمع جلالو دل میں'' کے موضوع پر شاندار خطاب فرمایا۔

واضح رہے کہ مولانا محمد اویس طاہر نوری، فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ (پھلروان کمبوہ، دیپال پور) نے تمام نشستوں میں نقابت کے فرائض سرانجام دیے۔ یہ نشست حضرت قبلہ جانشین فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ کی دعا سے اختتام پذیر ہوئی۔

نمازِ عصر کے دوران صحنِ دارالعلوم کو مکمل طور پر خالی کروادیے جانے کے بعد خواتین کو حضور سیدی فقیہ اعظم لَا زَالَتْ شُمُوْسُ فَیْضَانِہٖ طَالِعَۃ کے دربارِ عالیہ پر حاضری کا موقع دیا گیا۔ حضور قبلہ جانشین فقیہ اعظم مدظلہ العالی اپنے دفتر میں تشریف فرما ہوئے، اندرون اور بیرونِ ملک سے عرس سراپا قدس پر آنے والے غلامانِ فقیہ اعظم کی کثیر تعداد نے آپ سے ملاقات کرنے اور آپ کے دستِ مبارک پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا اور بعد از نمازِ مغرب زائرین نے لنگر نوریہ تناول کیا۔

نشست دوم ، بعد از نماز عشاء

نمازِ عشاء کے فوراً بعد 7:15 بجے حضرت مولانا قاری محمد طیب، مدرس جامعہ خلیل اکبر دیپال پور کو تلاوتِ قرآنِ حکیم کی دعوت دی گئی، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سعادت مولانا علی حسین متعلم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ نے حاصل کی۔ سلسلہ خطابات شروع ہوا تو متعلم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ مولانا نوید الحسن نوری اور فضلائے دارالعلوم میں سے مولانا محمد فیصل نوری، لاہور نے ''ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' اور مولانا محمد شاہد نوری، ساہیوال نے ''کرامات فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ'' کے عنوان پر اپنے مخصوص اور مترنم انداز میں اشعار سے مزین خطاب سے حاضرین وسامعین کو محظوظ کیا۔ ان کے بعد جگر گوشۂ جانشینِ فقیہ اعظم، پیرزادہ مولانا محمد نصر اللہ نوری زید مجدہ کے صاحبزادگان حضرت پیرزادہ سبط نور محمد اور پیرزادہ محمد محمد نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں گل ہائے عقیدت پیش کیے، یہ حضور سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا خصوصی فیض ہے کہ

بچپن میں ہی رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی سے اپنی زبانوں کو تر کیے ہوئے ہیں۔ (اللہ کریم انہیں باعمل عالم دین بنائے اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ) صاحبزادگان کی نعت شریف کے بعد مولانا مفتی محمد اصغر نوری، جڑانوالا نے ''استقامت'' کے عنوان پر عمدہ اور پُر مغز خطاب فرمایا۔ بعد از خطاب دل پذیر ممتاز نعت گو شاعر، آستانۂ فقیہ اعظم کے دیرینہ نیاز مند، صدارتی ایوارڈ یافتہ محترم پروفیسر فیض رسول فیضانؔ، گوجرانوالا نے نعت ومنقبت پیش کی۔ آپ نے حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ جانشین فقیہ اعظم مدظلہ العالی کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا، چند اشعار درج ذیل ہیں:

علم و عرفان کی تنویر فقیہ اعظم — فقر و درویشی کی تصویر فقیہ اعظم
بادشاہوں کی حکومت ہے سروں تک محدود — آپ نے دل کیے تسخیر فقیہ اعظم
عہدِ حاضر کے سبھی عارف و عالم فیضانؔ — آپ کو مانتے ہیں پیر، فقیہ اعظم

●●●

حضرتِ محبّ کی میٹھی گفتار نوری نوری — قبلہ کا اجلا اجلا کردار نوری نوری
شاعر ہیں آپ اعلیٰ، پڑھ کر کلام دیکھو — دل میں اتر رہے ہیں اشعار نوری نوری
ہیں آپ جانشینِ ذاتِ فقیہ اعظم — فیضانؔ دل نشیں ہے شاہکار نوری نوری

شستہ ادبی کلام، اس پر مستزاد ان کا لحن داد دی، نورٌ علیٰ نور کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اس نشست میں حفظ القرآن اور دورۃ التجوید کی تکمیل کرنے والے 120 حفاظ کرام وعلماء کو دستار بندی اور تقسیم اسناد سے نوازا گیا۔ یہ منظر بھی روح پرور اور ایمان افروز تھا۔

دستار بندی کے اس حسین منظر کے بعد خطیبِ ملت علامہ مفتی حامد سرفراز قادری، سمندری کو دعوتِ خطاب دی گئی، جنہوں نے ''کامیاب طالب علم کون؟'' کے موضوع پر شاندار گفتگو فرمائی۔

- انہوں نے پہلی نشانی یہ بتائی کہ وہ دین کا علم اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے حاصل کرے، دینی طالب علم کا مقصد یہ نہ ہو کہ پڑھ کر مسجد کا امام بنوں گا، نقابت کروں گا، نعت خوانی کروں گا اور پیسے کماؤں گا۔ یاد رکھیں جتنی بھی طالب علم کی فضیلت میں احادیث وارد ہوئی ہیں، اس سے مقصود یہی ہے کہ جو علم حاصل کیا جائے

اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے حاصل کیا جائے۔

- دوسری چیز: ادب والا ہو، کہ علم وہی مقبول ہے جو ادب سکھائے، چاہے جتنا بھی علم والا ہو جائے تکبر نہ کرے۔
- تیسری چیز: مستند کتابوں کا مطالعہ کرے۔ حضرت صاحبزادہ مرتبت (جانشین فقیہ اعظم) کی کتابوں کا مطالعہ کر لیں، جن میں روکھا پن نہیں، بلکہ عشق کی شاہراہ پر کھلے پھول آنکھوں کو مزا دیں گے اور دماغ کو معطر بھی کریں گے۔
- چوتھی چیز: سوشل میڈیا کے جنگ وجدال کا حصہ نہ بنے۔
- پانچویں چیز: بڑوں کی باتوں میں خاموش رہے۔
- چھٹی چیز: لوگوں کو توڑنے کی بجائے جوڑنے کی کوشش کرے۔
- ساتویں چیز: تقویٰ اختیار کرے، بالخصوص نمازِ تہجد کی پابندی کرے۔ حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ وہ ہیں، جن کی گیارہ سال کی عمر میں بھی نمازِ تہجد قضا نہیں ہوتی تھی۔

علامہ حامد سرفراز قادری صاحب نے اسلاف کے مبارک معمولات کی مثالیں دے کر اپنے موضوع کو نہایت واضح اور خوبصورت انداز میں بیان فرمایا۔

ازاں بعد قائدِ ملتِ اسلامیہ، فخرِ اہلِ سنت، یادگارِ اسلاف مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی منیب الرحمٰن ہزاروی حفظہ اللہ (سابق چیئرمین مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی، پاکستان) صدر تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان کو دعوتِ خطاب دی گئی، جن کا موضوع ''انوار و تجلیاتِ فقیہ اعظم'' تھا۔ آپ نے شاندار الفاظ میں حضرت سیدی فقیہ اعظم کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مجددِ کُل ہوتا ہے، جیسے امام اہلِ سنت، مجددِ دین وملت احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مجدد مائۃ ماضیہ، حاضرہ، مستقبلہ، مستمرہ تھے۔ مگر انہوں نے لکھا، کبھی کبھی مختلف شعبہ جات کے متعدد مجددین ہوتے ہیں، میری نظر میں حضرت فقیہ اعظم نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ اپنے عہد میں اِفتاء کے مجدد تھے۔

قبلہ مفتی صاحب نے مزید فرمایا:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جرأت، حوصلے اور وسعت سے کام لیا اور بہت سے درپیش مسائل کے لیے نئی فکر عطا کی اور لکھا کہ میں جو نئی جہت پیش کر رہا ہوں، یہ اپنے اکابر کی سنت

ادا کرتے ہوئے کررہا ہوں۔حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل میں اپنے اکابر امام اہلِ سنت، فقیہ النفس قاضی خان اور ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اختلاف کیا، تو انہوں نے یہ سنت قائم کی کہ مفتی کو جمود کا شکار نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اپنے عہد میں پیش ہونے والے مسائل کے بارے میں اپنے اسلاف سے دلائل کی بنیاد پر اختلاف بھی کرسکتا ہے۔لیکن یہ اختلاف خواہشِ نفس کے تابع نہیں ہونا چاہیے، بلکہ دلائل سے مزین ہونا چاہیے۔چنانچہ انہوں (حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ) نے متعدد مسائل میں تفرد اختیار کیا، مگر آنے والے زمانے میں انہیں قبولِ عام نصیب ہوا، ان میں ایک بہت بڑا مسئلہ تعلیم نسواں کا تھا۔بعض اکابر نے اس معاملے میں شدت اختیار کی تھی، مگر آپ نے توسع سے کام لیا اور پھر ہم نے دیکھا کہ خود تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان کو بنات الاسلام کا ایک سلسلہ قائم کرنا پڑا اور آج طلباء کے مقابلے میں طالبات کی تعداد میں اضافے کی شرح زائد ہے۔

حضرت مفتیٔ اعظم دامت برکاتہم العالیہ نے نئے فارغ ہونے والے علماء کرام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

آج کے نوجوان علماء کو سمجھنا چاہیے کہ ان کے لیے نئے چیلنجز کیا ہیں؟ ان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے مطالعہ میں وسعت پیدا کریں، روایتی خطابات سے ہٹ کر اپنے عہد کے چیلنجز کا مقابلہ کریں۔ آج عقل کو وحی کے سامنے لاکر کھڑا کیا جارہا ہے اور عقل کی بنیاد پر وحی کو رد کیا جارہا ہے۔

آپ نے فرمایا: مومن کا کام کیا ہے؟ وحیِ ربانی پر ایمان لانا، وحی کو عقل کی میزان پر نہیں پرکھنا، اگر وحیِ ربانی کی حکمت ہماری عقل میں آجائے تو ہماری سعادت ہے اور اگر نہ آئے تو یہ عقل کی نارسائی ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے بے پردگی، فحاشی و عریانی، قرآن و سنت کے احکام سے متصادم قوانین اور نئے اٹھنے والے فتنوں کو آج کے دور کے چیلنجز قرار دیا۔آپ نے فرمایا:

آج اہلِ سنت و جماعت کی صفوں میں فتنہ پیدا کیا جارہا ہے، میرا یہ پیغام ہے کہ اہلِ سنت و جماعت میں نہ کوئی رافضی ہے نہ خارجی، نہ ناصبی ہے نہ سبائی، اہل سنت و جماعت اہلِ بیتِ اطہار کی توہین کرنا تو بہت دور کی بات ہے، اپنے ذہن کے کسی گوشے میں اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان بیان کرنے سے ہمارے قلب کو

نورانیت ملتی ہے، ہماری روح کوسکون ملتا ہے اور ہمارے ایمان کو قوت ملتی ہے، لیکن تعریف حدِ شرع میں رہ کر کی جائے۔ انہوں نے فرمایا:

تاجدارِ کائنات ﷺ کی شان میں حدِ شرع سے ماوراء مبالغے کی اجازت نہیں ہے تو کسی اور کی شان میں بھی نہیں ہے۔ اہلِ بیتِ اطہار کے فضائل حدِ شرع میں رہ کر بیان کرنا مسئلہ نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ اس کی آڑ میں صراحۃً، اشارۃً، کنایۃً، تعریضاً اور توریۃً صحابہ کی توہین کرنا جائز نہیں۔

آپ کی نہایت علمی، تربیتی اور فکر انگیز گفتگو سے سامعین نہایت محظوظ ہوتے رہے اور خوب داد دیتے رہے۔ یہ انتہائی کامیاب نشست حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان کی دعا سے اختتام کو پہنچی۔

2/ جنوری، بروز جمعرات

نمازِ فجر کے بعد حسبِ معمول حضرت سیدی فقیہِ اعظم نَوَّرَ اللّٰہُ بِہٖ ظَاھِرَنَا وَ بَاطِنَنَا کے دربارِ گوہر بار میں قرآن خوانی کی گئی۔

نشست اوّل

آج کی پہلی اور عرسِ مقدس کی تیسری نشست کا آغاز صبح 8:25 بجے مولانا قاری محمد مظہر حیات نوری، لاہور کی تلاوت سے ہوا، جب کہ نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت مولانا محمد دانش نوری، متعلم دورۃ الحدیث دار العلوم حنفیہ فریدیہ نے حاصل کی۔

خطابات

مولانا غلام مصطفیٰ نوری، دیپال پور نے ''شانِ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم''، مولانا محمد نواز نوری، مدرس دار العلوم حنفیہ فریدیہ نے ''مرشدِ کامل حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز''، مولانا عمر فاروق آسی نوری، اوکاڑا نے ''محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے''، مولانا غلام مرتضیٰ نوری، دیپال پور نے ''ادبِ مصطفیٰ ﷺ''، مولانا مفتی محمد لقمان نوری، قصور نے ''حجیتِ حدیث فتاویٰ نوریہ کی روشنی میں''، مولانا اللہ رکھا نوری، ہارون آباد نے ''حیاتِ فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ''، مولانا محمد انوار الحق نوری، ساہیوال نے ''ختم نبوت'' کے موضوع پر اپنے اپنے انداز میں بہت عمدہ خطابات کیے۔ آخر میں خطیبِ شیریں بیاں مولانا سید افضل حسین شاہ بخاری،

نوشہرہ نے ''عظمتِ آلِ نبی'' کے عنوان کو اپنی میٹھی آواز سے پر کیف اشعار پڑھتے ہوئے رنگِ محفل کو خوب دوبالا کیا۔ اختتام نشست پر ہزاروں زائرین نے لنگر شریف تناول کیا۔

نشست دوم

12:25 بجے نمازِ ظہر کی جماعت ہوئی، جب کہ 12:40 بجے مولانا قاری مزمل حسین نوری، متعلم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی تلاوت سے یہ نشست شروع ہوئی، نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پڑھی گئی، مولانا حافظ محمد حسان نوری (قصور) متعلم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، مولانا احتشام الحق نوری، دیپال پور نے ''حقوق العباد''، مولانا محمد قریش نوری، دیپال پور نے ''میرے فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ'' کے موضوع پر عمدہ خطابات فرمائے۔ ازاں بعد دنیائے قراءت کے درخشندہ ستارے، زینت القراء، محترم قاری سید صداقت علی شاہ نے پُر کیف اور پُر کشش آواز سے تلاوت کلام پاک اور نعت شریف کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی تلاوت کے دوران سامعین پر عجب رنگ طاری تھا۔ قاری صاحب کی تلاوت و نعت کے بعد دارالعلوم کے قابلِ فخر فاضل، مناظر اسلام حضرت علامہ غلام مصطفیٰ نوری، ساہیوال نے ''عظمتِ امام اعظم رضی اللہ عنہ'' کے موضوع پر انتہائی عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ خطاب فرمایا۔ علامہ نوری صاحب کے خطابِ لاجواب کے بعد اس نشست کے آخری خطیب، خطیبِ اسلام حضرت علامہ پیر سوہنا ماہی، گوجرانوالا نے ''اَلنَّبِی الاُمِّی'' کے موضوع پر نکات سے بھرپور بصیرت افروز اور شاندار خطاب فرما کر محفل کی رونق کو دوبالا کیا۔ آپ کے خطاب کے دوران اوّل تا آخر سامعین خوب داد دیتے رہے۔ خطاب کے آخر میں اتحادِ اہلِ سنت پر بھی زور دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نہایت سوہنا خطاب فرمایا۔ یہ نشست بھی لوگوں کے ہجوم، بہترین خطابات، بلکہ ہر لحاظ سے انتہائی کامیاب ہوئی۔ اس نشست میں بقیۃ السلف حضرت مولانا ابوالاسد صوفی محمد ہاشم علی نوری دامت برکاتہم العالیہ، پیر محمد اویس ماہی قادری، آستانہ عالیہ کھرپڑ شریف، نبیرۂ شیخ القرآن پیر ڈاکٹر محمد حمزہ اوکاڑوی، جامعہ اشرف المدارس اوکاڑا، مولانا مفتی محمد طاہر اکبری، کبوتری شریف حفظہم اللہ نے خصوصی شرکت کی۔

آج بھی نمازِ عصر کے بعد صحنِ دارالعلوم کو خالی کرا دیا گیا اور خواتین نے حضرت قبلہ فقیہ اعظم قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہِ الْعَزِیْز کے مزار مبارک پر حاضری دی۔ ازاں بعد حضرت سیدی

جانشین فقیہ اعظم حفظہ اللہ اپنے دفتر میں تشریف فرما ہوئے تو لوگوں کی کثیر تعداد نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ میں شامل ہوئے۔ بعد نماز مغرب ہزاروں مہمانانِ فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے نظم وضبط سے لنگر نوریہ تناول فرمایا۔

لنگر اور دیگر انتظامی امور استاذ العلماء حضرت مولانا صاحبزادہ پیر مفتی محمد نعیم اللہ نوری زید مجدہ کی زیرِ نگرانی، جب کہ مہمانانِ خصوصی کی مہمان داری کی ذمہ داری مولانا قاری محمد اصغر نوری، مہتمم جامعہ خلیل اکبر و صدر علماء اہلِ سنت دیپال پور نے بحسن وخوبی نبھائی۔

نشست سوم ، بعد نماز عشاء

نمازِ عشاء کے بعد آج کی تیسری اور عرس سراپا قدس کی پانچویں، آخری اور اہم نشست کا آغاز ہوا، یہ نشست حاضرین کی تعداد، علماء ومشائخ کی بھرپور شرکت، تقاریر، حضور قبلہ جانشین فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ کی تربیتی گفتگو، شجرہ قادریہ، ختم شریف اور خصوصی دعا کی وجہ سے عرس واجلاس کا مغز اور ماحاصل سمجھی جاتی ہے۔ شدید سردی کے باوجود حاضرین تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا احساس کیے بغیر آخر تک نورانی لمحات کے منتظر رہے، بفضلہٖ تعالیٰ گزشتہ تمام نشستیں روحانیت سے بھرپور تھیں اور لوگوں کا جم غفیر تھا، لیکن اس نشست میں ابتداء ہی سے حضرت فقیہ اعظم نَوَّرَ اللّٰہ مَرْقَدَہٗ کے مریدین، معتقدین، متوسلین، علماء اور فضلاء سے پنڈال بھرپور تھا، ہزاروں سامعین وناظرین تھے، دار العلوم سے ملحقہ سڑکیں اور مسجد نور میں بھی لاتعداد لوگ تھے۔

محفل کا آغاز

7:15 بجے نقیبِ محفل مولانا محمد اویس طاہر نوری، دیپال پور نے کارروائی کا آغاز کیا، قاری محمد صائم، متعلم دار العلوم حنفیہ فریدیہ نے تلاوت، جب کہ مولانا قاری محمد بلال نوری، متعلم دار العلوم حنفیہ فریدیہ نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہدیۂ عقیدت پیش کیا، مولانا محمد شعیب نوری، ہارون آباد نے ”مقام نبوت اور عقیدۂ مومن“، مولانا سید شبیر حسین شاہ نوری، قصور نے ”رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا“، مولانا مفتی محمد شہزاد نوری حنفی، لاہور نے ”اِنَّـآ اَعْـطَیْـنٰكَ الْـکَـوْثَـرَ“، مولانا محمد اویس مرتضیٰ نوری، رینالہ خورد نے ”افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ“ کے عنوان پر اپنی اپنی بساط کے مطابق مدلل، مترنم، پُرسوز اور انتہائی دل آویز

خطابات فرمائے۔ بالخصوص مؤخر الذکر علامہ اویس نوری صاحب نے اپنے موضوع کو خوب صورت انداز میں پیش کیا اور کامیاب خطاب کر کے عوام و خواص سے خوب داد پائی۔ جب کہ بغدادی صاحب کی کمی کو بھی کافی حد تک پورا کر دیا۔

اس مسحور کن اور عشق و محبت سے لبریز خطاب کے بعد حضور سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے جگر گوشۂ جانشینِ فقیہ اعظم پیرزادہ محمد سعد اللہ نوری (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، لاہور) نے اپنے والد گرامی زید مجدہ کا نعتیہ کلام بڑے عمدہ پیرائے میں پیش کیا تو رنگِ محفل دیدنی تھا۔ اسی دوران مولانا صاحبزادہ پیر محمد فیض المصطفیٰ نوری حفظہ اللہ اپنی ٹیم کے ساتھ علماء و فضلاء کی دستاریں اور سندات لے کر اسٹیج پر پہنچے۔

مرکز علم و عرفان دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے وہ طلباء جنہوں نے حضرت سیدی فقیہ اعظم نَوَّرَ اللّٰہ مَرْقَدَہٗ کے نوری گنبد کے سائے میں حضرت جانشین فقیہ اعظم مدظلہ العالی سے دورۃ الحدیث شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور آپ کی زیر نگرانی و زیر سرپرستی دورۃ القرآن کی سعادت حاصل کی، جن کی تعداد 78 تھی، ان کو علماء و مشائخ کے جلو میں دستارِ فضیلت و اسناد سے نوازا گیا۔

دستارِ فضیلت کے اس قابلِ رشک اور وجد آفرین منظر کے بعد ممتاز سکالر، خلیفۂ حضور سیدی جانشینِ فقیہ اعظم علامہ پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری، گوجرانوالا نے ''معارفِ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے عنوان پر پُر مغز گفتگو فرمائی۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں قرآن و حدیث سے مزین، عشق و محبت میں ڈوب کر خطاب فرمایا کہ ہر آنکھ اشک بار اور ہر دل یادِ الٰہی سے تڑپ اٹھا۔ جگر گوشۂ جانشین فقیہ اعظم پیرزادہ مولانا محمد سعد اللہ نوری نے شجرہ عالیہ نوریہ قادریہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی، جس کے بعد حضرت سیدی فقیہ اعظم نَوَّرَ اللّٰہ مَرْقَدَہٗ بِنُوْرِ جَمَالِ حَبِیْبِہٖ کے سچے اور حقیقی جانشین، گلشنِ نوریہ کے امین، پروردۂ آغوشِ ولایت، قاسم فیضانِ سیدی فقیہ اعظم، حضرت صاحبزادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری قادری مَتَّعَ اللّٰہُ الْمُسْلِمِیْنَ بِطُوْلِ بَقَائِہٖ مَعَ الصِّحَّۃِ وَ الْعَافِیَۃِ وَ السَّلَامَۃِ نے مختصر، مگر مفکرانہ خطاب فرمایا۔

حضرت سیدی فقیہ اعظم اکرمنا اللہ تعالیٰ بہ کے عرس مبارک کے حوالے سے آپ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اہل اللہ کا عرس ہوتا ہے تو صاحبِ عرس کے شجرۂ طریقت میں شامل

تمام اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی خاص توجہ بھی اس میں شامل ہوتی ہے۔ اللہ کی رحمت کی بارش اور جو روحانی فیوض و برکات ان اولیاء پر اتر رہے ہوتے ہیں، ان سے یہاں بیٹھنے والے محروم نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے:

هُمْ قَوْمٌ لَّا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ ---

''یہ ایسے لوگ ہیں جن کی محفل میں بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا (رب اپنے ان خاص بندوں کے صدقے سب کو عطا فرماتا ہے)''---

آپ نے مریدین، فضلاء اور تمام حاضرین کو ناصحانہ انداز میں فرمایا کہ جلسے تو بڑے بڑے ہوتے ہیں، جن میں نامور خطباء کو بلوایا جاتا ہے، لیکن آپ جب بھی عرس مبارک میں آئیں تو اس نیت سے آئیں کہ ہم کسی خطیب کو سننے نہیں، بلکہ عرس مبارک میں حاضری کے لیے جا رہے ہیں۔ آپ نے پروفیسر علامہ حافظ محمد اعظم نوری حفظہ اللہ کی گفتگو کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کلمہ میں بھی محمد ہے، عرش پہ بھی نام محمد، محشر میں بھی اسم محمد کے چرچے ہوں گے، رب نے جہان بنایا بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے، جہان کو بسایا بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور قیامت کا انعقاد بھی عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار کے لیے:

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

حضرت جانشینِ فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ نے انتہائی پُر درد الفاظ میں تعلق و عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اخلاص، تقویٰ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تلقین فرمائی۔ انہوں نے عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے فرمایا:

''حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی کا پیغام عشق و محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کیا جائے''---

آپ نے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کے حوالے سے فرمایا:

''اہلِ علم سے محبت کرنا حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مشن سے محبت کرنا ہے، آپ نے ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پڑھتے اور پڑھاتے گزاری، دینِ متین کی خدمت اور شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس دیتے ہوئے گزاری، محبت کا

تقاضا یہ ہے کہ صرف ذکر ہی نہ ہو بلکہ آپ کا مشن دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی صورت میں موجود ہے، جب بھی کوئی موقع آئے آپ اپنے اس ادارے کو یاد رکھیں‘‘---

آخر میں آپ نے عرسِ مقدس میں حاضر ہونے والوں کو محبت بھرے الفاظ میں دعائیں دیں۔آپ کے خطاب کے بعد مولانا پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری، گوجرانوالا نے ختم شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

خصوصی دعا

دعا عبادت کا مغز اور مومن کا ہتھیار ہے، عرس سراپا قدس کے اس عظیم الشان نوری اجتماع کے اختتامی لمحات میں شہزادۂ فقیہ اعظم حضور قبلہ مفتی پیر محمد محبّ اللہ نوری قادری زید مجدہ الکریم اندرون و بیرونِ ملک سے ہزاروں متوسلین و فاضلین، طالبین و مریدین کی آرزوؤں کو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔لوگ اس روح پرور، ایمان افروز اور کیف پرور لمحوں میں حاضری اور دعا میں شمولیت کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

حضرت قبلہ جانشین فقیہ اعظم زید شرفہ نے نہایت دل سوز اور دل افروز الفاظ سے اسلام کی سربلندی، سلطنتِ خداداد پاکستان کی سلامتی، ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ، اتحادِ امت، مرکز علم و عرفان دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی ترقی، کشمیری، فلسطینی اور دیگر مظلوم مسلمانوں کی آزادی، حاضرین وزائرین اور جملہ اہلِ اسلام کے لیے رقت آمیز دعا فرمائی۔

یہ دوروزہ عظیم الشان، فقید المثال اور پُرنور عرسِ مقدس واجلاس اختتام پذیر ہوا۔

تیری یاد میں جو گزری ، جو گزر کے پھر نہ لوٹی
وہی رات تھی فروزاں ، وہی شام تھی نرالی

آخر میں بارگاہِ صمدیت میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیبِ لبیب ﷺ کے توسل وتصدق سے اس آستانۂ نور اور اس مرکزِ علم و عرفان دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کو تا ابدالاباد قائم ودائم رکھے اور حضرت جانشین فقیہ اعظم قبلہ صاحب زادہ مفتی پیر محمد محبّ اللہ نوری قادری دامت فیوضاتہم کا سایہ صحت وسلامتی کے ساتھ تادیر غلامان وخادمانِ فقیہ اعظم پر قائم رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین و بحقِ طٰهٰ و یٰسٓ و صلّی اللہ علیہ و آلِہٖ و اصحابہٖ و سلّم

قائدانہ اوصاف ، اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ⑬

احتساب کے نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اُصول

پروفیسر خلیل احمد نوری

احتساب کے بغیر کسی معاشرے میں، صالحیت پیدا ہو سکتی ہے، نہ اسے قائم رکھا جا سکتا ہے۔ افراد کے مثبت فکر و عمل میں یکسوئی اور تسلسل برقرار رکھنے کے لیے احتساب ناگزیر ہے۔ احتساب کا عمل معطل ہو جائے تو اقوام، اپنی حقیقی منزل سے بھٹک کر غلط راستوں پر چل نکلتی ہیں۔ مزید یہ کہ جب معصیت عام ہو جائے یعنی افراد، یا تو نیکی ترک کر چکے ہوں یا ان میں برائی کا چلن پیدا ہو جائے، تو ایسے افراد خود، اور ان کے باعث، پورا معاشرہ، اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی زد میں آ جاتا ہے۔ پھر، ان پر تادیباً یا انتقاماً، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف عذاب اور مصائب نازل ہوتے ہیں۔ کبھی وہ قوم، کلیۃً صفحۂ ہستی سے مٹا دی جاتی ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی سنت اور طریقہ ہے۔ قرآن مجید میں جا بجا اس کا تذکرہ ہوا ہے اور گزشتہ اقوام کی ہلاکتوں کی مثالوں سے، اسے واضح کیا گیا ہے۔ بطورِ ضابطہ، ارشاد ہوا ہے:

وَ مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍo---[۱]

''اور جو مصیبت تجھے پہنچتی ہے، وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہے اور بہت سے قصوروں سے تو وہ (اللہ تعالیٰ) درگزر فرماتا ہے''---

یہ امر بھی واضح ہے کہ جس طرح معصیت کے باعث، عذاب اور مصائب کا نزول، سنتِ الٰہیہ ہے، اسی طرح اطاعت شعاری، اللہ تعالیٰ کی رضا و خوش نودی کا سبب ہے، جس کا نتیجہ، موجود زندگی میں برکت، ذہنی سکون اور دِلی اطمینان وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور آخرت میں، ہمیشہ کی راحت آفریں زندگی، نعمتوں بھری جنت کے انعام اور رضائے الٰہی کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ اطاعت شعاروں سے یہی خالق کائنات جل جلالہ کا وعدہ ہے۔ ارشاد فرمایا:

فَاٰتٰھُمُ اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَۃِ ط---[۲]

''پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی راحتیں بھی دیں اور آخرت کا اچھا اجر بھی عطا کیا''---

حضور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انسانیت کی ہدایت اور اس کی دنیوی اور اُخروی فلاح و کامیابی کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے، اس لیے ضروری تھا کہ ہر قسم کے عذاب اور مصائب و مشکلات سے بچانے اور اُخروی زندگی کی راحتوں سے ہم کنار کرنے کے لیے اپنے پیروؤں کے اعمال کی نگرانی فرمائیں۔ اگر ان سے معصیت ہو تو ان کا احتساب فرمائیں اور سزا دے کر تادیب و اصلاح فرمائیں۔ تاہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، اپنی سنتِ مبارکہ سے کچھ اصول متعین فرما دیے، تاکہ بے لگام و بے رحم احتساب اور ناجائز سزائیں، انسانیت کے لیے ضرر و نقصان کا سبب نہ ہوں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

❶ ......شرعی احکام کی خلاف ورزی اور حدود اللہ کی پائے مالی پر، حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصورواروں کا احتساب فرمایا کرتے، لیکن صفتِ رحمت کے باعث، مجرم کے ساتھ رحم دلی، آپ کی عادتِ کریمہ کا حصہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قصوروار کی عزتِ نفس کا خیال رکھتے اور کسی شخص کے نقص و عیب پر اسے ملامت کرنا اور شرمندہ کرنا پسند نہ تھا۔ حتیٰ کہ کسی شخص کو اس کے معمولی عیب سے آگاہ کرنا (جو گناہ کے زمرے میں نہ آتا ہو) گوارا نہ تھا، کہ کہیں

اس کی خودی اور عزتِ نفس کو ٹھیس نہ پہنچے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس پر زردی کا نشان تھا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ کسی کے سامنے اس کی ایسی بات نہ کہتے جو اس کو ناگوار لگتی ہو۔ چنانچہ جب وہ آدمی چلا گیا تو لوگوں سے فرمایا:

''کیا ہی اچھا ہو کہ تم اسے کہو کہ زردی کا نشان دھوڈالے'' ---[۳]

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی شخص کی غلطی اور کوتاہی کا علم ہوتا تو اخلاقِ کریمانہ کے باعث، مجمع عام میں قصوروار کا نام لے کر اس کی غلطی بیان نہ فرماتے، سخت کلامی یا لعن طعن کلام نبوی میں شامل ہی نہ تھا، کہ کسی خطا کار کو اپنی ذلت و رسوائی کا احساس ہوتا۔ ہاں، غلط کار شخص کا نام لیے بغیر، عمومی انداز اختیار کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنبیہ فرماتے۔ اس کا اضافی فائدہ یہ ہوتا کہ قصوروار شخص کے ساتھ، دوسرے لوگوں کے لیے بھی مسئلے کی نوعیت واضح ہو جاتی۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب کسی شخص کی بری بات کا علم ہوتا تو یوں نہ فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہوا ہے کہ وہ یوں کہتا ہے۔ بلکہ فرماتے:

مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُوْلُوْنَ كَذَا وَ كَذَا ---[۴]

''لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ ایسا ایسا کہتے ہیں'' ---

درج بالا دونوں روایات سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ مصلحِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مزاج مبارک یہ تھا کہ منکر یعنی برائی کا ازالہ تو ہو لیکن کسی کی غلطی کے باعث، اس کی عزتِ نفس، مجروح کی جائے اور نہ اسے رسوا کیا جائے۔ مجرم کو سزا دینے اور حد نافذ کرنے کے باوجود یہ گوارا نہ تھا کہ سزا یافتہ سے نفرت کی جائے، اس کی تحقیر کی جائے اور لوگوں میں اس کی بدعملی کا چرچا ہو۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کو اس سے منع فرماتے کہ وہ سزا یافتہ کو گالی دیں اور اس کے بارے میں برے کلمات کہیں۔ اس کے برعکس، سزا یافتہ کے متعلق اچھے کلمات ارشاد فرماتے اور اس کے لیے مغفرت کی دعا فرماتے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ شرعی ضابطہ یہ ہے:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ، كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ ---[۵]

''توبہ کرنے سے انسان گناہوں سے یوں پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ

اس نے گناہ کیا ہی نہیں‘‘---

نفاذِ حد، خطا کار کے لیے کفارۂ گناہ کا باعث ہے یا نہیں؟ یہاں، اس فقہی مسئلہ کو، زیرِ بحث لانا مقصود نہیں، یہاں رحمتِ کونین ﷺ کی اس عادتِ کریمہ پر روشنی ڈالنا پیشِ نظر ہے کہ رسول اللہ ﷺ، مجرم کو سزا دینے کے بعد اسے ہدف تنقید بنانے اور معاشرے میں رسوا کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یہی تلقین فرمائی کہ کسی کو اس کے سابقہ جرم، جس کی وہ سزا پا چکا اور تائب ہو چکا، یاد دلا کر اسے باعثِ ننگ و عار نہ بنایا جائے۔اس ضمن میں اسوۂ مبارکہ سے درج ذیل مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی شراب نوشی کے جرم میں لایا گیا۔رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: اسے مارو۔ہم میں سے کسی نے اسے ہاتھ سے، کسی نے جوتی سے، کسی نے کپڑے سے اسے مارا۔جب ہم اس سے فارغ ہوئے تو کسی شخص نے کہا:

أَخْزَاكَ اللهُ---

’’تجھے اللہ رسوا کرے‘‘---

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُولُوا هٰكَذَا، لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ---[٦]

’’ایسا نہ کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو‘‘---

- حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو رجم کیا گیا تو کسی آدمی نے اس کے رجم کیے جانے کے بعد اسے خبیث کہا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَهُوَ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ---[٧]

’’(وہ خبیث نہیں ہے) بلکہ اللہ کے نزدیک، وہ مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے‘‘---

- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی غامدیہ عورت، جو زنا کے باعث رجم کی گئی تھیں، کی توبہ کو سراہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَّوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَّغُفِرَ لَهٗ---[٨]

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ٹیکس وصول کرنے والا (ٹیکس وصولی میں لوگوں پر ظلم کرنے کے باوجود) ایسی توبہ کرے، تو اس کی بھی مغفرت ہو جائے''---

اسی واقعہ کی دوسری روایت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تو انہوں نے غامدیہ عورت کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ اس پر نماز پڑھیں گے، حالانکہ اس نے زنا کیا ہے؟ فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ تَّابَتْ تَوْبَـۃً لَّـوْ قُسِّمَتْ بَیْنَ سَبْعِیْنَ مِنْ أَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ لَوَسِعَتْھُمْ ---[۹]

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے تو ان کے لیے کافی ہو جائے''---

- حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو، زنا کے گناہ کا اقرار کرنے پر رجم کیا گیا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں ہے:

فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرًا، وَصَلّٰی عَلَیْہِ---[۱۰]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے بارے میں کلماتِ خیر ارشاد فرمائے اور ان کی نماز جنازہ پڑھی''---

صحیح مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں کی رائے مختلف ہو گئی تھی۔ بعض کہتے تھے کہ وہ ہلاک ہو گئے کہ ان کے گناہ نے انہیں گھیر لیا تھا۔ بعض کا کہنا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں، خود پیش ہو کر پاک کرنے کا تقاضا کیا، پس انہوں نے سب سے افضل توبہ کی ہے۔ واقعہ رجم کے دو یا تین دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سلام کہا اور تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ماعز بن مالک کے لیے استغفار کرو۔ لوگوں نے ماعز کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ تَّابَ تَوْبَۃً لَّوْ قُسِمَتْ بَیْنَ أُمَّۃٍ لَّوَسِعَتْھُمْ ---[۱۱]

''اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے پوری امت پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کے لیے کافی ہو جائے''---

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ (ایک سفر کے دوران) دو آدمیوں نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ اس شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی غلطی چھپا لی تھی، لیکن اپنی باطنی کیفیت کے ہاتھوں مجبور ہو کر، اقراری مجرم بن گیا، حتیٰ کہ اسے اس طرح پتھروں سے مارا گیا جس طرح کتے کو مارا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ گفتگو سن لی اور خاموش رہے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد راستے میں ایک مرا ہوا گدھا پایا، جس کا پاؤں (جسم پھول جانے کی وجہ سے) اٹھا ہوا تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فلاں اور فلاں شخص کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ فرمایا: سواری سے اترو اور اس مردہ گدھے کا گوشت کھاؤ۔ انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ! بھلا اس کا گوشت کون کھائے گا؟ فرمایا: ابھی جو تم نے اپنے بھائی کی آبروریزی کی ہے، وہ اسے کھانے سے زیادہ سنگین بات ہے:

وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّہُ الْآنَ لَفِیْ أَنْھَارِ الْجَنَّۃِ یَنْقَمِسُ فِیْھَا---[۱۲]

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میری جان ہے، ماعز اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے''---

❷......احادیث میں بیان کیے گئے احتساب کے واقعات پر غور کرنے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ جب کبھی خاص واقعہ میں کسی شخص سے قابلِ سزا معصیت سرزد ہوئی تو اس خطا کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے ایمان، دین میں اخلاص اور نیک اعمال پر خطِ تنسیخ نہیں کھینچتے تھے۔ سوائے اس کے کہ وہ مرتد ہو کر ایمان سے نکل جائے یا دین کی مبادیات کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی، انسان کے تمام نیک اعمال کو کلیۃً ختم کر دیتی ہے اور یہ قرآنی فیصلہ ہے۔ کسی شخص کی عملی خطا کے باعث، اس کے سابقہ اعمالِ صالحہ کو اس لیے نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی ایمان پر ثابت قدمی اور صالحیت کے باوجود کبھی خواہشِ نفس کا شکار ہو کر معصیت میں مبتلا جائے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطا کار شخص کے ایمان، اللہ اور اس کے

رسول ﷺ سے اس کی محبت، دینی خدمات اور اعمالِ صالحہ کی نفی نہ فرماتے۔ مثلاً: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں ایک شخص کو شراب نوشی کے جرم میں کوڑے لگائے گئے۔ اس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا۔ یہ نبی کریم ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا۔ ایک روز، آپ ﷺ کی خدمت میں (شراب نوشی کے جرم میں) اسے لایا گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے اسے کوڑے مارے گئے۔ لوگوں میں سے ایک نے کہا: اس پر اللہ کی لعنت ہو، اسے کتنی مرتبہ شراب نوشی کے جرم میں لایا جاتا ہے۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اس پر لعنت نہ کرو، میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے'' --- [۱۳]

خطار کار شخص کی خطا کے باوجود، اس کے سابقہ دینی اعمال کو اہمیت دینے کی ایک مثال حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی لغزش کے واقعے سے بھی ظاہر ہے۔ ان سے سرزد ہونے والی خطا، بظاہر غداری کے زمرے آتی تھی، لیکن ان کے قول کی سچائی، ایمان میں اخلاص و پختگی اور غزوۂ بدر میں شرکت کے باعث، ان کی سنگین غلطی سے درگزر کیا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جنگی حکمتِ عملی کے تحت، فتح مکہ کے لیے جہاد کی تیاری خفیہ رکھی گئی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ اہلِ مکہ کو، کانوں کان خبر نہ ہو، تاکہ لشکر اسلام اچانک ان کے سروں پر آ کھڑا ہو اور کسی مزاحمت کے بغیر مکہ مکرمہ فتح ہو جائے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ مکہ کو جہادی تیاریوں کی اطلاع دینے کے لیے ایک عورت کے ذریعے خط روانہ کر دیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو بھیج کر راستے سے ہی اس عورت سے خط برآمد کروالیا اور حضرت حاطب سے باز پرس کی۔ وہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! میرے معاملے میں جلدی نہ فرمائیے۔ میں قریش میں رہنے کے باعث ان کا حریف تھا، لیکن نسبی اعتبار سے قریشی نہیں ہوں، جب کہ مہاجرین میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی رشتے دار مکہ میں موجود ہے، جو وہاں ان کے رشتے داروں اور مالوں کی حفاظت کرسکتا ہے۔ پس میں نے چاہا کہ ان پر احسان کر دوں، تاکہ وہاں میرے قرابت دار، اہلِ مکہ کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ لیکن میں نے یہ اس لیے نہیں کیا کہ میں دین سے مرتد ہو گیا ہوں اور نہ

اس لیے کہ اسلام کے مقابلے میں کفر کو پسند کرتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ نے سن کر فرمایا: واقعی تم نے سچ کہا ہے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''یہ غزوۂ بدر میں شامل تھے اور تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال پر مطلع ہوتے ہوئے غزوۂ بدر میں شامل ہونے والوں سے فرما دیا ہو کہ تم جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے'' ---[۱۴]

یہ امر مسلّم ہے کہ کسی شخص کی ایک غلطی کو، اس کی پوری شخصیت کا پیمانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ جو لوگ دین داری میں معروف ہوں، ان کا کردار مشکوک نہ ہو اور اعلیٰ سیرت و کردار کے باعث معاشرے میں عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہوں، ان سے خلافِ عادت، اگر چھوٹی موٹی غلطی سرزد ہو جائے تو حکمت و مصلحت کا تقاضا ہے کہ انہیں معاف کر دیا جائے۔ اگر معاشرے کے شریف اور لائقِ احترام لوگوں کی ہر چھوٹی بڑی غلطی پر مؤاخذہ کیا جائے تو لوگوں کے دلوں میں حاکم وقت کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے گی۔ البتہ حدود کا معاملہ مختلف ہے کہ جرم ثابت ہونے پر حد ساقط نہیں ہوگی، جب تک کہ سقوطِ حد کی کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ اس ضمن میں اسوۂ حسنہ سے بھی ہمیں رہنمائی ملتی ہے۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اچھے لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کیا کرو، مگر حدود میں نہیں'' ---[۱۵]

❸ ......رسول اللہ ﷺ کے اصولِ احتساب میں سے یہ بھی ہے کہ نفاذِ حد میں احتیاط کا پہلو ملحوظ رکھا جائے۔ جب تک قوی دلائل اور ناقابلِ تردید شواہد سے جرم ثابت نہ ہو، مجرم کو سزا نہ دی جائے۔ ثبوتِ جرم کے بغیر سزا دینے کا مطلب کسی بے گناہ شخص کو تکلیف میں مبتلا کرنا، اسے رسوا کرنا اور اس کی عزت و آبرو سے کھیلنا ہے۔ یہ شرعاً حرام ہے۔ مثلاً: نفاذِ حد میں احتیاط کے باعث، ثبوتِ زنا کے لیے چار گواہوں کا نصاب مقرر کیا گیا ہے اور زنا کی تہمت لگانے کی سزا حدِ قذف ہے۔ چار گواہوں کا نصاب قطعی اور حتمی ہے، اس میں کوئی استثنائی صورت نہیں اور نہ اسے کسی شخص کی طبعی غیرت کے باعث ساقط کیا جائے گا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی بیوی کے پاس کسی کو دیکھ لوں تو تلوار کی دھار سے فوراً اسے ختم کر دوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو فرمایا:

''کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے، حالاں کہ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے''---[۱۶]

مطلب یہ ہے کہ زنا کی برائی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے چار گواہوں کا نصاب مقرر فرمایا ہے۔ یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں بیان ہوئی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر میں اپنی بیوی کے پاس کسی کو پاؤں تو کیا میں اسے مہلت دوں، یہاں تک کہ چار گواہ لاؤں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔[۱۷]

اجرائے حد میں احتیاط کا تقاضا ہے کہ گناہ کے ارتکاب کے متعلق پوری تفتیش و تحقیق کی جائے تاکہ کوئی بے گناہ سزا کی زد میں نہ آئے۔ احتیاطی تدابیر میں سے یہ بھی ہے کہ خطا کار کے اعترافِ گناہ کے باوجود، اطمینان کی خاطر اس پر جرح کر کے تصریح کرالی جائے۔ احتیاط اور تفتیش کی مثالیں ان احادیث میں موجود ہیں جو حضرت سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کے واقعاتِ رجم کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اعترافِ گناہ کیا اور کہا کہ مجھے پاک کر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: جاؤ! اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ کرو۔ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ تھوڑی دور جا کر واپس آ گئے اور دوبارہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجیے۔ فرمایا: جاؤ، استغفار اور توبہ کرو۔ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ کہا کہ مجھے پاک کر دیجیے تو فرمایا کہ میں تجھے کس چیز سے پاک کروں؟ عرض کیا: زنا کے گناہ سے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے اقرارِ زنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعراض فرماتے ہوئے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ وہ بار بار سامنے آ کر اقرارِ زنا کرتے رہے، یہاں تک کہ چار مرتبہ ایسا ہی کیا۔ اس پر ارشاد فرمایا: کیا تجھے جنون ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا تو نے شراب پی رکھی ہے؟ عرض کیا کہ نہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید جرح کی اور فرمایا: تم نے

شاید بوسا لیا ہوگا؟ ہاتھ سے چھوا ہوگا؟ یا یوں ہی بری نظر سے دیکھا ہوگا؟ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے سچ مچ زنا کیا ہے؟ انہوں نے صاف لفظوں میں زنا کا اقرار کیا تو انہیں رجم کر دیا گیا۔[۱۸]

4 ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قائم فرمایا ہوا ایک اور ضابطۂ احتساب یہ ہے کہ ملزم سے تفتیش کرتے وقت مار پیٹ کے ذریعے اس سے جرم کا اقرار نہیں کروایا جائے گا۔ کیوں کہ اس صورت میں اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ مار پیٹ، ملزم کو اعترافِ جرم پر مجبور کر دے، جب کہ حقیقت میں وہ بے گناہ ہو۔

ازہر بن عبداللہ حرازی بیان کرتے ہیں کہ کلاعی قوم کے بعض لوگوں کا سامان چوری کیا گیا۔ انہوں نے کپڑا بننے والے کچھ لوگوں پر الزام لگا دیا۔ حاکم کوفہ، صحابیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت پہنچی۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے ملزموں کو کچھ دن قید رکھا، پھر چھوڑ دیا۔ مدعی حضرات دوبارہ حضرت نعمان کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے انہیں جانچے اور مار پیٹ کیے بغیر چھوڑ دیا۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھ لو، اگر تم چاہو تو میں انہیں ماروں پیٹوں، اس صورت میں اگر تمہارا سامان برآمد ہو گیا تو بہت بہتر، ورنہ میں تمہاری پشت پر بھی اتنے ہی کوڑے برساؤں گا، جتنے ان کی پشتوں پر ماروں گا۔ وہ کہنے لگے: کیا یہ آپ کا فیصلہ ہے؟ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ھٰذَا حُکْمُ اللّٰہِ، وَ حُکْمُ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ---[۱۹]

5 ...... رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی معاشرتی حیثیت اور دنیاوی مرتبے کو احتساب میں آڑے نہ آنے دیتے۔ دِلی انس و محبت اور ذاتی میلان کو احکام الٰہی میں حائل نہ ہونے دیا۔ غلط اور ناجائز سفارش کی یہاں گنجائش ہی نہ تھی۔ جب ایسا ہوا تو سفارش کرنے والے کو سختی سے ڈانٹ دیا۔ حقیقت یہی ہے کہ قانون کے نفاذ میں امتیازی برتاؤ، قوموں کی اجتماعی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔ نفاذِ قانون اور عدل میں، عدم مساوات کا مطلب، ظلم کو فروغ دینا، کمزوروں کو دبانا اور طاقت وروں کو جرائم کی کھلی چھٹی دینا ہے۔ نفاذِ حدود میں یکساں سلوک کے ضمن میں یہ روایت سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے؛ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ قریش کو مخزومی عورت کے معاملے میں پریشانی لاحق ہوئی، جس نے چوری کی تھی۔ انہوں نے آپس میں کہا

کہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا؟ بعض نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہیتے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی اس کی جرأت نہیں کرسکتا؟ پس اسامہ نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اسامہ! کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کررہے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا اور فرمایا:

إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَکُمْ أَنَّھُمْ کَانُوْا إِذَا سَرَقَ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ، وَ إِذَا سَرَقَ الضَّعِیْفُ فِیْھِمْ أَقَامُوْا عَلَیْہِ الْحَدَّ، وَ اَیْمُ اللّٰہِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ یَدَھَا---[۲۰]

’’تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے تھے کہ جب کوئی بڑا چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کردیتے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا‘‘---

❻......احتساب کے معاملے میں قائدِ عالمین، حضور رسولِ اکرم ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کی یہ خصوصیت بہت اہم ہے کہ احتساب کے ضابطوں کا اطلاق و نفاذ صرف پیروؤں کے لیے نہیں تھا، بلکہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کو احتساب کے لیے پیش کیا۔ حتیٰ کہ کسی کو غیر ارادی طور پر آپ ﷺ کے ہاتھوں تکلیف پہنچتی تو آپ ﷺ اپنی ذات والا صفات کو بدلے کے لیے پیش کردیتے اور اپنی عظمت کا خیال نہ فرماتے۔ اس سلسلے میں یہ دو روایات دیکھیے:

● حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کچھ تقسیم فرمارہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور آپ کے اوپر اتنا جھکا کہ اوندھا ہوکر گرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کی لکڑی تھی، جس سے اس آدمی کو آپ ﷺ نے کچھ کچوکا دیا۔ اس سے اس کے چہرے پر زخم لگا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا:

’’آؤ! مجھ سے بدلہ لے لو۔ اس نے کہا نہیں، یا رسول اللہ! میں نے معاف کردیا‘‘---[۲۱]

● ابو فراس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں اپنے عاملوں کو اس لیے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہارے جسموں کو مار پیٹ کا

نشانہ بنائیں، یا یہ کہ وہ (ناجائز طور پر) تمہارے مال لے لیں۔ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ مجھ سے شکایت کرے، میں اس سے قصاص دلواؤں گا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بولے کہ اگر کوئی آدمی اپنی رعیت میں سے کسی کی تادیب کے لیے کچھ سزا دے تو کیا آپ اس سے بدلہ لیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہاں! قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس سے بدلہ لوں گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کو قصاص کے لیے پیش کیا''---[۲۲]

نتیجۂ بحث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے اوپر بیان کیے گئے اصولِ احتساب، مزید تشریح کے محتاج نہیں۔ احادیثِ مبارکہ اور ''حسبـــہ''، ''احتساب'' اور ''محتسب'' کے عنوان پر لکھی گئی تحریروں اور تحقیقی مقالات کے مطالعہ سے اس موضوع کے مزید حقائق سامنے لائے جاسکتے ہیں، جب کہ یہ تحریر طویل ہوگئی ہے۔ پاکستان میں احتساب کا ادارہ قائم ہے، جس کا دائرہ محدود اور مقاصد متنازعہ ہیں۔ اسلام کا نظام احتساب، اسوۂ حسنہ کی روشنی میں نافذ کیا جائے تو یہ ادارہ، قیام عدل، حقوقِ انسانی کے تحفظ اور احکام اسلامی کے نفاذ میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ اہلِ اقتدار، سیاست دانوں، قیادت کے دعوے داروں، دانش وروں اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کو چاہیے کہ خواہشاتِ نفس سے بالاتر ہوکر اسلام کے نظام احتساب کو بروئے کار لائیں، اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں، تاکہ معاشرے کی تطہیر ہوسکے، نیکیوں کو فروغ ملے اور برائیوں کا سد باب ہوسکے۔

حوالہ جات

۱...... الشوریٰ،۴۲: ۳۰ ۲...... آل عمرٰن،۳: ۱۴۸

۳......ابوداؤد، کتاب الادب، باب حسن العشرۃ،حدیث: ۴۷۸۹

۴......مرجع سابق،حدیث: ۴۷۸۸

۵......سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ،حدیث: ۴۲۵۰

۶......بخاری، کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید و النعال،حدیث: ۶۷۷۷/ ابو

داؤد، کتاب الحدود، باب الحد فی الخمر، حدیث: ۴۴۷۷

۷......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجم، حدیث: ۴۴۳۵

۸......مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علٰی نفسہ بالزنٰی، حدیث: ۱۶۹۵/ ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی المرأة التی امر النبی ﷺ برجمھا، حدیث: ۴۴۴۲

۹......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی المرأة التی امر النبی ﷺ برجمھا، حدیث: ۴۴۴۲/ ترمذی، کتاب الحدود، باب تربص الرجم بالحبلٰی حتّٰی تضع، حدیث: ۱۴۳۵

۱۰......بخاری، کتاب الحدود، باب الرجم بالمصلّٰی، حدیث: ۶۸۲۰

۱۱......مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علٰی نفسہ بالزنٰی، حدیث: ۱۶۹۵

۱۲......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالک، حدیث: ۴۴۳۰

۱۳......بخاری، کتاب الحدود، باب مایکرہ من لعن شارب الخمر......، حدیث: ۶۷۸۰

۱۴......بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الفتح وما بعث حاطب......، حدیث: ۴۲۷۴

۱۵......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الحد یشفع فیہ، حدیث: ۴۳۷۷

۱۶......بخاری، کتاب المحاربین......، من رأی مع امرأتہ رجلاً......، حدیث: ۶۸۴۶

۱۷......موطا امام مالک، کتاب الحدود، باب ما جاء فی الرجم، حدیث: ۳۰۴۱

۱۸......بخاری، کتاب المحاربین......، باب الرجم بالمصلّٰی، حدیث: ۶۸۲۰/ باب ھل یقول الامام للمقر لعلک لمست او غمرت، حدیث: ۶۸۲۴/مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علٰی نفسہ بالزنٰی، حدیث: ۱۶۹۱/ ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجم، حدیث: ۴۴۱۹

۱۹......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الامتحان بالضرب، حدیث: ۴۳۸۲

۲۰......بخاری، کتاب الانبیاء، باب (متفرق واقعات)/ کتاب الحدود، باب کراھیة الشفاعة فی الحد اذا رفع الی السلطان، حدیث: ۶۷۸۸/ ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الحد یشفع فیہ

۲۱......ابوداؤد، کتاب الحدود، باب القود من الضربة......، حدیث: ۴۵۳۶

۲۲......مرجع سابق، حدیث: ۴۵۳۷

ختمِ دورۃ القرآن اور ختمِ صحیح بخاری

صاحب زادہ فیض نوری

● امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ الباری کی ''صحیح'' کی ہمہ گیر مقبولیت اور شہرت کے پیشِ نظر مدارس دینیہ میں ختم بخاری کی تقریبات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ گزشتہ سالوں کی طرح امسال ۱۰/شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ، 9/فروری 2025ء، بروز اتوار، نو بجے صبح، جامع مسجد نور، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں ایک باوقار تقریب کا اہتمام ہوا۔ جانشینِ فقیہ اعظم شیخ الحدیث حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ نے آخری باب اور آخری حدیث پاک کا درس دیا اور ترجمۃ الباب اور حدیث پاک سے متعلق علمی وفنی ابحاث کے ساتھ ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات، عبادت وریاضت، تقویٰ وطہارت اور دیگر سوانحی پہلوؤں پر جامع گفتگو فرمائی۔

حضرت جانشین فقیہ اعظم مدظلہ العالی نے طلبہ کو تلقین فرمائی کہ وہ حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے طریقِ کار پر عمل پیرا ہو کر پوری لگن، محنت اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ خدماتِ دینی سرانجام دینے کا عہد کریں، پیغام محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام کریں اور عملی زندگی میں فروغ دین کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں۔

● ۱۶/شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ، 15/فروری 2025ء، بروز ہفتہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے شعبۃ البنات کے نوتعمیر شدہ قرآن ہال میں طالبات کے ختم دورۃ القران اور ختم صحیح بخاری شریف کی پُروقار تقریب ہوئی۔ تقریب کی صدارت طالبات کی روحانی ''باجی جان'' محترمہ امّ سعد نے کی، جب کہ پیرزادہ مولانا محمد نصر اللہ نوری (ناظم شعبۃ البنات) اور ان کی اہلیہ محترمہ، جامعہ کی صدر معلّمہ امّ سبط کی زیرِ نگرانی یہ تقریب انعقاد پذیر ہوئی۔

اس موقع پر حضور سیدی جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری زید مجدہ نے قرآن کریم کی آخری دو سورتوں اور صحیح بخاری، جلد اوّل کے آخری باب باب اسلام سلمان الفارسی کا نہایت ہی علمی، روحانی اور پُرکیف درس دیا۔ آخر میں طالبات کو پند ونصائح کرتے ہوئے دینی علوم کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ بعدہٗ طالبات، ان کے اہلِ خانہ، جامعہ کے معاونین، معلمات اور عالم اسلام، خصوصاً وطنِ عزیز پاکستان کی سالمیت، امن واستحکام اور خوش حالی کے لیے دعا فرمائی۔

❁❁❁❁❁

نقشہ اوقاتِ نماز، سحر و افطار برائے بصیر پور شریف و مضافات، ماہ مارچ

تاریخ / دن رمضان کریم ۱۴۴۶ھ	تاریخ عیسوی ماہ	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری	طلوعِ آفتاب، انتہائے فجر	ضحوۂ کبریٰ	ابتداء وقت ظہر	اخیر مثل اوّل	اخیر مثل دوم آغاز وقت عصر	غروب آفتاب (افطاری)	وقت عشاء
–	مارچ	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا
–	1	5:10:10	6:29:49	11:36:52	12:17:03	3:35:47	4:25:29	6:05:19	7:23:17
یکم/اتوار	2	5:09:05	6:28:42	11:36:41	12:16:52	3:36:09	4:26:03	6:06:01	7:23:58
۲/پیر	3	5:07:59	6:27:35	11:36:29	12:16:40	3:36:29	4:26:37	6:06:44	7:24:39
۳/منگل	4	5:06:52	6:26:27	11:36:17	12:16:27	3:36:49	4:27:10	6:07:26	7:25:20
۴/بدھ	5	5:05:44	6:25:18	11:36:04	12:16:14	3:37:07	4:27:42	6:08:08	7:26:01
۵/جمعرات	6	5:04:36	6:24:09	11:35:50	12:16:00	3:37:25	4:28:13	6:08:49	7:26:42
۶/جمعۃ المبارک	7	5:03:27	6:22:59	11:35:36	12:15:46	3:37:43	4:28:44	6:09:30	7:27:22
۷/ہفتہ	8	5:02:17	6:21:49	11:35:21	12:15:32	3:37:59	4:29:15	6:10:11	7:28:03
۸/اتوار	9	5:01:06	6:20:38	11:35:06	12:15:17	3:38:15	4:29:45	6:10:52	7:28:44
۹/پیر	10	4:59:54	6:19:27	11:34:51	12:15:02	3:38:30	4:30:14	6:11:32	7:29:25
۱۰/منگل	11	4:58:42	6:18:16	11:34:34	12:14:47	3:38:44	4:30:42	6:12:12	7:30:06
۱۱/بدھ	12	4:57:29	6:17:04	11:34:18	12:14:31	3:38:57	4:31:10	6:12:52	7:30:47
۱۲/جمعرات	13	4:56:15	6:15:52	11:34:01	12:14:15	3:39:10	4:31:38	6:13:31	7:31:28
۱۳/جمعۃ المبارک	14	4:55:01	6:14:39	11:33:43	12:13:59	3:39:22	4:32:05	6:14:11	7:32:10
۱۴/ہفتہ	15	4:53:46	6:13:27	11:33:25	12:13:42	3:39:33	4:32:31	6:14:50	7:32:51
۱۵/اتوار	16	4:52:30	6:12:14	11:33:07	12:13:25	3:39:44	4:32:57	6:15:29	7:33:33
۱۶/پیر	17	4:51:14	6:11:01	11:32:48	12:13:08	3:39:54	4:33:22	6:16:07	7:34:14
۱۷/منگل	18	4:49:58	6:09:47	11:32:29	12:12:51	3:40:04	4:33:47	6:16:46	7:34:56
۱۸/بدھ	19	4:48:41	6:08:34	11:32:10	12:12:33	3:40:12	4:34:12	6:17:24	7:35:38
۱۹/جمعرات	20	4:47:23	6:07:20	11:31:50	12:12:16	3:40:20	4:34:36	6:18:03	7:36:20
۲۰/جمعۃ المبارک	21	4:46:05	6:06:06	11:31:31	12:11:58	3:40:28	4:34:59	6:18:41	7:37:03
۲۱/ہفتہ	22	4:44:47	6:04:52	11:31:10	12:11:40	3:40:35	4:35:22	6:19:19	7:37:45
۲۲/اتوار	23	4:43:28	6:03:38	11:30:50	12:11:22	3:40:41	4:35:45	6:19:57	7:38:28
۲۳/پیر	24	4:42:09	6:02:25	11:30:30	12:11:04	3:40:46	4:36:08	6:20:35	7:39:11
۲۴/منگل	25	4:40:50	6:01:11	11:30:09	12:10:46	3:40:51	4:36:30	6:21:13	7:39:55
۲۵/بدھ	26	4:39:30	5:59:57	11:29:48	12:10:27	3:40:56	4:36:51	6:21:51	7:40:39
۲۶/جمعرات	27	4:38:10	5:58:43	11:29:27	12:10:09	3:41:00	4:37:13	6:22:29	7:41:23
۲۷/جمعۃ الوداع	28	4:36:50	5:57:30	11:29:06	12:09:51	3:41:04	4:37:33	6:23:06	7:42:07
۲۸/ہفتہ	29	4:35:30	5:56:16	11:28:44	12:09:33	3:41:07	4:37:54	6:23:44	7:42:52
۲۹/اتوار	30	4:34:09	5:55:03	11:28:23	12:09:15	3:41:09	4:38:14	6:24:22	7:43:37
۳۰/پیر	31	4:32:48	5:53:50	11:28:01	12:08:57	3:41:12	4:38:34	6:24:59	7:44:22

●...... گھڑیاں درست رکھیں ●...... **احتیاط**: سحری 30 سیکنڈ پہلے بند اور افطاری 30 سیکنڈ بعد کریں

Book No. 37 Serial No. 3
March-2025
Monthly "NOOR-UL-HABIB" Basirpur
Regd No. PS / CPL - 25
ISSN 1993-4238
دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف (اوکاڑا)
Darul Oloom Hanfia Faridia Baseer Pur Sharif (Okara)
دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
ARCON
صدقہ فطر وفدیہ صوم (فی کس) برائے سال 2025ء/1446ھ

جنس	مقدار	جنس کے وزن کے حساب سے	قیمت
گندم	نصف صاع (سوا دو سیر یعنی دو کلو سو گرام)	گندم کی موجودہ قیمت -/3000 روپے من کے حساب سے	-/160 روپے
کھجور	ایک صاع (ساڑھے چار سیر یعنی چار کلو دو سو گرام)	اوسط درجے کی کھجور فی کلو -/500 روپے کے حساب سے	-/2100 روپے
کشمش	ایک صاع (ساڑھے چار سیر یعنی چار کلو دو سو گرام)	اوسط درجے کی کشمش فی کلو -/700 روپے کے حساب سے	-/2940 روپے

نوٹ: صدقہ فطر جنس کے وزن کے حساب سے ادا کیا جاتا ہے جس کی قیمتوں میں علاقے کے حساب سے رد و بدل ممکن ہے۔
جنوبی سمت طلباء کے لیے درس گاہوں اور رہائشی کمروں کی تعمیر نو کا کام جاری ہے
دینی درد اور علوم اسلامیہ سے محبت رکھنے والے احباب کو اس کارِ خیر میں حصہ ڈالنے کی دعوت دی جاتی ہے
آپ کے صدقات، زکوۃ، خیرات، غلہ جات، دیگر عطیات آپ کے لیے صدقۂ جاریہ اور دنیا و آخرت
کی بھلائی کا ذریعہ بنیں گے۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ
نوٹ: عطیات کی رقم براہ راست بھجوائیں
(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف ضلع اوکاڑا
موبائل نمبر: 0300-4321088, 0345-7526622, 0306-5696666